فصل چہارم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کشوف والہامات اور شریعت اسلامیہ

سب نشاں بیکار اُن کے بغض سے آگے ہوئے
ہو گیا تیرِ تعصب اُن کے دل میں وار پار
(حضرت مسیح موعودؑ)

اس فصل میں پٹیالوی معترض نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ دس الہام و کشف پیش کیے ہیں جو اس کے زعم میں شریعت حقہ اسلامیہ کے خلاف ہیں (العیاذ باللہ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب مصنف "عشرہ کاملہ" نے بایں الفاظ ذکر کیا ہے:-

"ومن تفوه بکلمة لیس له اصل صحیح فی الشرع ملهمًا کان او مجتهدًا فبه الشیاطین متلاعبة کہ جو شخص ایسی بات کہے جس کی شرع میں کوئی اصل نہ ہو خواہ وہ شخص ملہم یا مجتہد ہی کیوں نہ ہو سمجھ لینا چاہیئے کہ شیطان اس کے ساتھ کھیلتا ہے۔" (عشرہ ص۲۴ بحوالہ آئینہ کمالات اسلام ص۲۱)

حضورؑ کا یہ مذہب ہی بتلاتا ہے کہ معترض نے اس فصل میں جو زور مارا ہے وہ نرا تعصب اور ہٹ دھرمی کا نمونہ ہے۔ چنانچہ حضورؑ کے متعلق خود اسے تسلیم ہے کہ:-

"مرزا صاحب کو اپنے الہامات و کشف کی صحت پر اتنا اعتبار اور دعویٰ تھا کہ ان میں شک و شبہ کی بالکل گنجائش نہیں سمجھتے تھے۔" (عشرہ ص۴۵)

گویا حضرت مرزا صاحب باوجود متذکرہ عدد مذہب کے اپنے الہامات کے متعلق یقینِ کامل اور بصیرتِ تامہ رکھتے تھے کہ وہ صحیح، منجانب اللہ اور شریعت کے مطابق ہیں۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

"وَ اُلْهِمْتُ مِنَ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ فَقَبِلْتُهُ عَلٰى شَرِيطَةِ الصِّحَّةِ وَالصَّوَابِ وَالسَّمْتِ وَقَدْ كُشِفَ عَلَيَّ اَنَّهُ صَحِيحٌ خَالِصٌ يُوَافِقُ الشَّرِيعَةَ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَا لَبْسَ وَلَا شَكَّ وَلَا شُبْهَةَ" (دافع الوساوس صلا)

جس کا ترجمہ منشی محمد یعقوب صاحب نے بھی حسب ذیل لکھا ہے:-

"میرے تمام الہام صحیح، خالص اور موافق شریعت ہیں جن میں کسی شک و شبہ کو دخل نہیں ہے۔" (عشرہ ص۲)

مندرجہ بالا بیانات سے صاف عیاں ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا مذہب ہے اور یہ کہ آپؑ کے الہامات و کشوف میں سے ایک بھی شریعت کے خلاف نہیں۔ ہاں حسب ارشاد الٰہی ٹیڑھے دلوں والے آپ کی طرف یہ الزام منسوب کرتے ہیں۔ مگر یہ کوئی نئی بات نہیں کیونکہ اُمّت کے اولیاء ہمیشہ سے ان ظاہر پرست علماء کے ہاتھوں ستائے گئے اور ان کے الہامات و کشوف کو خلافِ شریعت قرار دیا گیا ہے حالانکہ وہ الہامات اور کشوف شریعت کے خلاف نہیں تھے اور نہ ہو سکتے ہیں۔ ہاں حقیقت سے دُور لوگوں کے خشک خیالات کے ضرور خلاف تھے۔ افسوس کہ یہ لوگ اپنے خیالات کو شریعت قرار دے کر شریعتِ اسلامیہ کے نام پر پاکباز دِل کا خون کرتے رہے، ان کو پابندِ قیود و سلاسل کرتے رہے، اور ان کی تکفیر و تفسیق کرتے رہے۔ انہی حالات کو دیکھ کر حضرت جنیدؒ نے فرمایا تھا:-

"لَا يَبْلُغُ اَحَدٌ دَرَجَ الْحَقِيقَةِ حَتّٰى يَشْهَدَ فِيهِ اَلْفُ صِدِّيقٍ بِاَنَّهُ زِنْدِيقٌ وَذَالِكَ لِاَنَّهُ اِذَا نَطَقَ بِعُلُومِ الْاَسْرَارِ لَا يَسَعُ الصِّدِّيقِيْنَ اِلَّا اَنْ يُنْكِرُوا عَلَيْهِ غَيْرَةً عَلٰى ظَاهِرِ الشَّرِيعَةِ الْمُطَهَّرَةِ"

(الیواقیت والجواھر مصنفہ امام شعرانی جلد ا صـ۲)

کہ کوئی معرفت تام کو حاصل نہیں کر سکتا جب تک بیسیوں راستباز بننے والے اور ہزاروں وارث انبیاء کہلانے والے ظاہر پرست علماء اسے زندیق اور بے دین نہ قرار دیں۔ کیونکہ جب وہ صوفی علوم الاسرار بیان کرے گا تو وہ لوگ شریعت کے ظاہر پر غیرت کھا کر اس کے خلاف بُرا بھلا کہنے لگ پڑینگے۔"

اسی صفحہ پر رئیس الصوفیہ حضرت شیخ محی الدینؒ کا قول لکھا ہے:۔

"لَقَدْ وَقَعَ لَنَا وَ لِلْعَارِفِیْنَ اُمُوْرٌ وَ مِحَنٌ بِوَاسِطَةِ اِظْهَارِنَا الْمَعَارِفَ وَالْاَسْرَارَ وَشَهِدُوْا فِیْنَا بِالزَّنْدِقَةِ وَ اٰذَوْنَا اَشَدَّ الْاَذٰی"

کہ ان ظاہر پرست لوگوں کے ہاتھوں ہم اور دوسرے تمام عارف لوگ معارف و اسرار کے اظہار کے باعث ستائے گئے، ہمیں زندیق قرار دیا گیا اور سخت دُکھ دیا گیا"

پس حقیقت یہی ہے کہ لوگ نادانی اور اس کوچۂ معرفت کی ناآشنائی کے باعث ایسا کہتے رہے ہیں۔ ورنہ متقی، صوفی اور شریعت کی خلاف ورزی؟ ع

ایں خیال است و محال است و جنوں

اہل اللہ کی باتیں اور مخالفت شریعت

صوفیاء کے ہاں یہ مسلّمہ قانون ہے:۔

"کُلُّ حَقِیْقَةٍ رَدَّتْهَا شَرِیْعَةٌ فَهِیَ زَنْدَقَةٌ" (فتوح الغیب مقالہ ۳)

کہ جو بات بھی خلافِ شریعت ہو وہ الحاد و بے دینی ہے، نہ کہ حقیقت"

مگر بایں ہمہ انہوں نے عوام کو ہمیشہ یہی نصیحت کی ہے کہ:۔

"در حقیقت سرّے کہ اولیاء اللہ را بجناب عزت حق است، ہیچکس را بداں راہ نیست" (شرح فتوح الغیب ص ۲۱)

پھر حضرت سید عبدالقادر صاحب جیلانی رضی اللہ عنہ کے مقالہ ۳ کے خاتمہ پر بطور شرح لکھا ہے:۔

"دریں کلام تنبیہ است بر منع از مبادرت بردّ و انکار بر افعال و اقوال

اہلِ تحقیق و اربابِ احوال، اگرچہ بظاہر در فہم نیاید، منکر نمایند، وجوب توقف و سکوتِ تسلیم دراں، و توجیہ و تاویل و تطبیق آں بظاہر شریعت زیرا کہ ایشاں را دراں نیّات و مقاصد است کہ از نظرِ عوام پنہاں است۔"

(شرح فتوح الغیب صفہ ۳۹)

یعنی اولیاء اللہ کی جو بعض باتیں تم کو خلافِ شریعت نظر آئیں تمہارا فرض ہے کہ ان کے انکار میں جلدی نہ کرو اور حتی الوسع ان میں تطبیق دو۔ بہت ممکن ہے کہ جس کو تم نے خلافِ شریعت سمجھا ہو وہ شریعت کے مطابق ہو کیونکہ ان لوگوں کے پیشِ نظر ان کے ایسے مطالب ہوتے ہیں جہاں تک عوام کی رسائی نہیں ہوتی۔

مختصر یہ ہے کہ معترض پٹیالوی نے جو اعتراضات "خلافِ شریعت" کے عنوان کے نیچے ذکر کئے ہیں اس شریعت سے مراد محض ان کی اپنی خیالی شریعت ہے۔ شریعتِ حقہ اسلامیہ ہرگز مراد نہیں۔

(۱) عقیدہ ابنیت

اب ہم معترض پٹیالوی کے تحریر کردہ نمبروں کے مطابق گفتگو کرتے ہیں۔

معترض نے قرآن مجید کی آیات کا ذکر کر کے بیان کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی بیٹا نہیں۔ اس کے بعد لکھتا ہے:-

"مرزا صاحب کو حسب ذیل الہام ہوتے ہیں۔ انت منی بمنزلۃ ولدی (حقیقۃ الوحی ص۸۶) انت منی بمنزلۃ اولادی (دافع البلاء) اسمع ولدی (البشریٰ جلد ا ص۴۹) ان ہر سہ الہامات میں مرزا صاحب نے ظاہر کیا ہے کہ اللہ نے ان کو ولد (بیٹا) کہہ کر مخاطب کیا ہے لیکن نصِ قرآنی اس لفظ کے قطعاً خلاف ہے۔ اگر مرزائی اس کو استعارہ و مجاز سمجھتے ہیں تو مرزا صاحب کم از کم سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعاری یا مجازی معبود تو ثابت ہوئے جیسا کہ آیت قرآنی محولہ بالا (قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اوّل العابدین) سے واضح ہے۔ ایسا ہی مرزا صاحب توضیح مرام ص۲۳ پر لکھتے ہیں کہ "مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو

استعارہ کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں" مرزا صاحب نے اس جگہ عیسائیوں کے باطل عقیدہ کی کیسی صاف تائید کی ہے۔ جو قرآن کریم کے بالکل خلاف ہے۔"
(عشرہ ص۲۶)

الجواب۔ معترض نے تین الہام پیش کئے ہیں جن میں سے آخری "اسمع ولدی" حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام نہیں بلکہ دراصل "اسمع و اری" ہے (دیکھو مکتوبات احمدیہ جلد ۱ ص۳۳) جو کہ بابو منظور الٰہی کی کتاب البشریٰ میں درج ہوتے وقت سہو کاتب سے "واری" کی بجائے "ولدی" بن گیا ہے۔ اصل الہام کے معنی ہیں خدا فرماتا ہے "میں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں"۔ ہاں اوّل الذکر دونوں الہام موجود ہیں۔ میں ان کے متعلق فصل دوم میں مفصّل لکھ چکا ہوں اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔ صرف "دروغگو را تا بخانہ اش باید رسانید" کے مطابق حقیقۃ الوحی ص۸۶ اور دافع البلاء ص۶ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریح دوبارہ لکھ دیتا ہوں۔ تا ناظرین اندازہ کر سکیں کہ مصنف "عشرہ کاملہ" نے فقرہ "مرزا صاحب نے ظاہر کیا ہے کہ اللہ نے ان کو ولد کہہ کر مخاطب کیا ہے" میں کہاں تک دیانتداری سے کام لیا ہے۔ کیونکہ اوّل تو ہر دو الہامات میں لفظ "بمنزلۃ" موجود ہے نیز حضرت مرزا صاحب علیہ السلام خود تحریر فرماتے ہیں:۔

(الف) "خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے اور یہ کلمہ بطور استعارہ کے ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں ایسے ایسے الفاظ سے نادان عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا ٹھہرا رکھا ہے اس لئے مصلحت الٰہی نے یہ چاہا کہ اس سے بڑھ کر الفاظ اس عاجز کے لئے استعمال کرے تا عیسائیوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ سمجھیں کہ وہ الفاظ جن سے مسیح کو وہ خدا بناتے ہیں اس اُمت میں بھی ایک ہے جس کی نسبت اس سے بڑھ کر ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔" (حقیقۃ الوحی ص۸۶ حاشیہ)

(ب) "یاد رہے خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا

اور فرمایا یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ[1]۔ ایسا ہی بجائے قُلْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ کے قُلْ یَا عِبَادِیَ[2] بھی کہا اور یہ بھی فرمایا فَاذْکُرُوا اللّٰہَ[3] کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ۔ پس اس خدا کے کلام کو ہشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور ازقبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاؤ اور اس کی کیفیت میں دخل نہ دو اور حقیقت حوالہ بخدا کرو۔ اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اس کے کلام میں پایا جاتا ہے پس اس سے بچو کہ متشابہات کی پیروی کرو اور ہلاک ہو جاؤ۔

اور میری نسبت بیّنات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ[4] یُوْحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ۔" (دافع البلاء ملٹ حاشیہ)

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ معترض پٹیالوی نے جن دو حوالوں کی بنا پر حضرت اقدس پر اتہام لگایا تھا وہاں پر کس زور کے ساتھ اس کی تردید موجود ہے کہ خدا کا کوئی ولد ہے یہ ان لوگوں کی دیانتداری کا حال ہے۔ ہاں آپ اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے اس قسم کے الہامات کو "متشابہات" قرار دیا ہے۔ آپ اسے ضرور یاد رکھیں۔ یہ آئندہ کام آئے گا۔

استعاری یا مجازی معبود

افسوس کہ وہ لوگ جن کو اس قدر بھی علم نہیں کہ استعارہ اور مجاز کلام کی صفات ہیں ذات انسان کی نہیں وہ بھی احمدیت پر معترض ہیں۔ "مجازی معبود" کے لفظ سے اگر تو عوام کے جذبات بھڑکانے مقصود ہیں تو شاید جہال میں یہ مراد بر آجائے ورنہ کون صاحب علم و عقل ہے جو ایک لمحہ کے لئے بھی اس کو درست تسلیم کر سکتا ہے۔ بھلا آنجناب ہی خود فرمائیے کہ آیت قرآنی "اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ" میں لفظ ولد سے حقیقی ولد مراد ہے یا مجازی۔ اگر کہو

---

[1] اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر تھا (الفتح ع۱) [2] تو اے رسول کہہ اے میرے بندو! (الزمر ع۲)

[3] اللہ کو یاد کرو جیسا کہ تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو (بقرہ ع۲۵) [4] کہہ دے کہ میں صرف بشر ہوں۔ میری طرف وحی ہوتی ہے کہ تمہارا ایک ہی خدا ہے اور ہر خیر قرآن مجید میں ہے۔" مؤلف

کہ حقیقی اور یقیناً حقیقی ہی مراد ہے تو معترض کے مندرجہ بالا لچر اور لچر استدلال کے کیا معنی ؟ اور اگر کہو مجازی تو اوّل اس کا ثبوت کیا ہے اور مجازی ولد کی تعریف قرآن مجید میں کیا لکھی ہے ؟ نیز یہ بھی فرمائیے کہ اِس صورت میں مولانا روم پر کیا فتویٰ عائد کرو گے جو فرماتے ہیں ؎

اولیاء اطفالِ حق اند اے پسر در حضور و غیبت آگاہ با خبر

(مثنوی دفتر سوم صـ۳۱)

پھر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کو کیا کہو گے جو تحریر فرماتے ہیں :-

"اگر لفظ ابناء بجائے محبوباں ذکر شدہ باشد چہ عجب" (الفوز الکبیر صـ۳)

ہاں آیت مذکورہ میں مجازی معنے مراد نہ ہونے کا جلی ثبوت قرآن مجید کی یہ آیت بھی ہے اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ (انعام ع۱۳) یہ سوال حقیقی معنی کی صورت میں ہی ہو سکتا ہے، مجازی کی صورت میں ہو ہی نہیں سکتا۔ بالمقابل مجازی کے جواز کا قرینہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ پر عدم انکار صاف موجود ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ابن یا ولد کا لفظ بمعنی حبیب استعمال ہوا ہے اور بقرینہ آیت لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ وغیرہ آیات منہی عنہ حقیقی معنے میں نسبتِ ابنیت ہے جس کو الوہیت لازم ہے نہ کہ بطور استعارہ محبوبیتِ الٰہی والے معنے۔ کیونکہ حبیب اللہ ہونے کا دعویٰ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ بلکہ ہر مومن اور اپنے متبع کا یہ مقام بتایا ہے فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ یہ بھی یاد رہے کہ مجازی اطلاق میں کوئی خاص صفت یا مشابہت مراد ہوتی ہے نہ جمیع صفات۔ پس "مجازی معبود" کا استدلال نہایت رکیک، خلافِ محاورہ، اور محض مغالطہ دہی پر مشتمل ہے و بس۔

توضیح مرام اور عیسائیوں کے عقیدہ کی تائید

معترض پٹیالوی نے "توضیح مرام" سے ایک سطر لکھ کر تحریر کیا ہے کہ اس میں مرزا صاحب نے عیسائیوں کے عقیدہ کی "صاف تائید" کی ہے۔ کیا عیسائی لوگ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے فقرہ "استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں" میں ان کے عقیدہ کی "صاف تائید" یا معمولی سی تائید بھی کی ہے ؟ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اِس فقرہ میں "مسیح اور اس عاجز کا مقام" اور پھر "استعارہ"

۱؎ جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بھی تحریر فرماتے ہیں :- "خداوند تعالیٰ نے کسی اپنے اچھے بندے کو جیسے انبیاء اولیاء ہیں فرزند کہہ دیا تو اسکے بھی یہی معنے ہونگے کہ خدا تعالیٰ ان بزرگوں پر مہربان ہے حقیقی ابوّت یا بنوّت ایسی جا پر سمجھ لینا اور خدا تعالیٰ کو [illegible]

[illegible]

کا لفظ لکھ کر عیسائی عقیدہ کی زبردست تردید کی ہے لیکن ہم مزید وضاحت کے لئے توضیح مرام کی مکمل عبارت درج کرتے ہیں۔ لکھا ہے :۔

"یہ وہ عالی مقام ہے کہ میں اور مسیح دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس کا نام مقام جمع اور مقام وحدت تامہ ہے۔ پہلے نبیوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دی ہے اسی پتہ و نشان پر خبر دی ہے اور اسی مقام کی طرف اشارہ کیا ہے اور جیسا مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی یہ وہ مقام عالیشان مقام ہے کہ گزشتہ نبیوں نے استعارہ کے طور پر صاحب مقام ہذا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے ظہور کو خدا تعالیٰ کا ظہور قرار دے دیا ہے اور اس کا آنا خدا تعالیٰ کا آنا ٹھہرایا ہے[1]۔" (توضیح مرام ص۲۲ طبع دوم)

اخیر پہ لکھا ہے :۔

"یہ سب روحانی مراتب ہیں کہ جو استعارہ کے طور پر مناسب حال الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ نہیں کہ حقیقی ابنیت اس جگہ مراد ہے یا حقیقی الوہیت مراد لی گئی ہے۔" (توضیح مرام ص۲۴)

توضیح مرام کی عبارت کا نقل کر دینا ہی معترض پٹیالوی کی فریب کاری کو واضح کرنے کے لیئے کافی ہے اس لیئے اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں۔ ہاں اس جگہ قرآن مجید کی روشنی میں اس مسئلہ پر بحث کرنے والے صوفیاء میں سے ایک کا حوالہ درج کرنا مناسب ہے۔ مشہور کتاب **فصوص الحکم** کی شرح **خزائن اسرار الکلم** میں لکھا ہے :۔

(الف) "تیسرا مقام فناء الفناء کا ہے کہ محویت اس میں اس قدر ہوتی ہے کہ سالک کو اپنے نفس اور فناء کا بھی شعور باقی نہیں رہتا۔ اسی مقام میں

---

[1] اس عبارت سے معترض کا یہ شبہ بھی مٹ جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "مجازی معبود" بنتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند ہیں اور یہی آپ کا دعویٰ ہے۔ (ابو العطاء)

صدائے اَنَا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ ذالک سالک سے کبھی سرزد ہوتی ہے۔" (مقدمہ صہ ۳۱)

(ب) "اِس آیت (اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ) سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عین اللہ کے تھے اور صحابہ کرام وقت اُس بیعت کے مشاہد حق تعالیٰ کے تھے بیچ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مظہر اکمل اس کے ہیں۔ پھر تاکید فرمائی اللہ تعالیٰ نے اس معنے کی اور کہا کہ ہاتھ اللہ کا اُوپر ہاتھ صحابہ مبایعین کے ہے اور اس جگہ نہ تھا کچھ مگر ہاتھ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُوپر ہاتھ مبایعین کے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عین اللہ ہیں مشاہدے میں صحابہ مبایعین کے اور ہاتھ رسول اللہ صلعم کا ہاتھ اللہ کا ہے اِس مشاہدے میں۔" (مقدمہ صہ ۲۳-۲۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر الزام لگانے والے اِس حوالہ کو پڑھیں اور دیکھیں کہ کیا حضرت مسیح موعودؑ نے کبھی اور کہیں بھی اسلامی شریعت کی خلاف ورزی کی ہے؟ یہ سوال الگ ہے کہ اہلِ ظاہر کو کوچۂ باطن میں تاریکی ہی تاریکی نظر آئے ؎

اہلِ ظاہر نہ کریں کوچۂ باطن کی تلاش
کچھ نہ پائیں گے یہاں رنج و مصیبت کے سوا

افسوس کہ تاریکی کے فرزند اپنی کور چشمی کے ماتحت پارسا لوگوں پر زبانِ طعن دراز کرتے رہے۔ سچ ہے ع النّاس اعداء ما جھلوا

(۲) دعویٰ کرشن

معترض بٹیالوی نے اس فصل کے دوسرے نمبر میں ہمارے حضرتؑ پر یہ الزام قائم کیا ہے کہ آپ نے اپنے مطبوعہ رسالہ "لیکچر سیالکوٹ" میں کرشن ہونے کا دعویٰ کیا ہے لہٰذا آپ "اسلام اور اس کی کامل تعلیم پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔" چنانچہ مکذب کے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

"کرشن جی مہاراج ہندوؤں کے اعتقاد میں پرمیشور کا اوتار تھا۔ چنانچہ ان کو کرشن بھگوان کہا جاتا ہے۔ (اگر بھگوان کا لفظ ہی الوہیت کی دلیل ہے تو کیا وید بھگوان، گورو بھگوان وغیرہ سے ویدوں وغیرہ کا

خدا ہونا بھی ثابت کرو گے ؟ - ابوالعطار) وہ تناسخ کے قائل، قیامت کے منکر اور بہشت دوزخ سے انکاری تھے - غرض یہ مسلّم ہے کہ کرشن جی کا مذہب تناسخ تھا - جب مرزا جی بالکل کرشن بن گئے تو ان عقائد کے ساتھ وہ مسلمان کس طرح رہے ؟" (عشرہ ص۴۷)

الجواب - جنابِ من! اگر کسی کو مخالفِ اسلام ثابت کرنے کا یہی طریقہ ہے تو اتنی زحمت اٹھانے کی ضرورت نہ تھی، آپ صاف فرما دیتے کہ چونکہ مرزا صاحب مسیحیت کے مدعی ہیں اسلیئے اُن کا اسلام پر ایمان نہیں کیونکہ انجیل میں مسیح ناصریؑ کی الوہیت کا دعویٰ مسیح سے منسوب کیا گیا ہے - بندۂ خدا! تم ثابت تو یہ کرنا چاہتے تھے کہ مرزا صاحب کے الہامات و کشوف خلافِ شریعت ہیں لیکن خود شریعت کے خلاف جا رہے ہو - کیا قرآن مجید میں نہیں فرمایا گیا وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ (فاطرع) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل ع) اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ (رعد ع) کہ دنیا کی ہر اُمّت میں ہم نے توحید کی تلقین کے لیئے انبیاء بھیجے ہیں" ہندوستان ایک پرانا آباد اور وسیع ملک ہے، کروڑوں انسان اس میں آباد ہیں - ضروری ہے کہ اس ملک میں بھی خدا نے نبی اور رسول بھیجے ہوں اور کرشن اس ملک کے بہت بڑے ریفارمر مانے جاتے ہیں - حضرت مرزا صاحبؑ نے کیا ظلم کیا جو شریعت اسلامی کے اہم اور روشن حکم کے ماتحت حضرت کرشن کو توحید پھیلانے والا نبی تسلیم کر لیا ؟ جیسا کہ بعض دوسرے مسلمانوں نے بھی اقرار کیا ہے جن کے حوالجات آگے درج ہیں -

ھل فیکم رجلٌ رشید ؟

بے شک بعض ہندوؤں نے کرشن کی طرف بہت سے ناگفتہ بہ افعال و عقائد منسوب کیئے ہیں مگر اس میں ان کا کیا قصور ہے اور کیا اس وجہ سے ہم اُن کو بُرا انسان خیال کریں ؟ اگر یہ طریق درست تسلیم کر لیا جاوے تو نہ صرف کرشن کو چھوڑنا چاہیئے بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام اور دیگر انبیاء کو بھی چھوڑنا پڑے گا کیونکہ اُن کی قوم نے بھی اُن کی طرف نہایت غلط اعتقاد اور گندے افعال منسوب کئے ہیں - بنی اسرائیل کے بعض انبیاء کے حالات بائیبل اور یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں جن ناشائستہ الفاظ میں

درج ہیں شرافتِ انسانی ان کے ذکر سے مانع ہے۔ اب کیا اسلئے کہ یہود و نصاریٰ نے ان پر الزام لگائے ہیں ہم قرآن مجید اور اسلام کے اس امتیازی، عالمگیر اور صلح کل اصول کو ترک کر دیں اور ان انبیاء کو ان افعال کا مرتکب سمجھ لیں؟ حاشا وکلّا۔ پس یہ طریق ہی غلط ہے۔ افسوس کہ وہ شخص (مکذب پٹیالوی) جو اپنی نادانی سے دوسروں کو مخالفِ قرآن سمجھ کر نصیحت کرتا تھا کہ قرآن و حدیث کو چھوڑ کر اور اسلام کے چشمۂ صافی سے منہ موڑ کر مشرکوں اور تناسخ کے قائلوں کے پیچھے پیچھے جوتیاں چٹخاتے پھرنا درست نہیں۔" وہ خود قرآن سے روشنی حاصل کرنے اور کرشن کے متعلق فیصلہ چاہنے کی بجائے "گیتا" کے شلوک ثبوتِ تناسخ میں پیش کر رہا ہے ؎

دیگراں را نصیحت و خود را فضیحت

حالانکہ اگر کرشن کے عقائد کے لئے گیتا مستند ہے تو حضرت مسیح کے عقائد کے لئے انجیل کیوں مستند نہ ہوگی؟

قرآن مجید نے کیا صاف فیصلہ فرمایا ہے کہ ہم نے ہر امّت میں اسلئے رسول بھیجے تاکہ وہ عبادتِ الٰہی کی تلقین کریں اور لوگوں کو شرک سے دور ہٹائیں۔ گویا سب قوموں کے بانیوں اور نبیوں کے متعلق مستقل فیصلہ ہوگیا۔ افسوس اُن پر جو اس کھلے فیصلہ کے باوجود اِدھر اُدھر بھٹکتے پھریں۔

حضرت مسیح موعودؑ اور کرشن کے عقائد

معترض نے اپنے الزام کی بنیاد حضورؑ کا "لیکچر سیالکوٹ" قرار دی ہے۔ وہاں پر حسب ذیل عبارات لکھی ہیں حضورؑ فرماتے ہیں:۔

(الف) "وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے اُس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جاہل مسلمان اس کو سُنکر فی الفور یہ کہیں گے کہ ایک کافر کا نام اپنے پر لے کر کفر کو صریح طور پر قبول کیا ہے۔[1] لیکن یہ خدا کی وحی ہے جس کے اظہار کے

---

[1] کیونکہ عام مسلمان کرشن کو پاپی مانتے ہیں جیسا کہ آگے مذکور ہے۔ مؤلف۔

بغیر میں نہیں رہ سکتا۔ اور آج یہ پہلا دن ہے کہ ایسے بڑے مجمع میں اس بات کو میں پیش کرتا ہوں کیونکہ جو لوگ خدا کی طرف سے ہوتے ہیں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ اب واضح ہو کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا۔ جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترتا تھا۔ وہ خدا کی طرف سے فتحمند اور با اقبال تھا جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا۔ وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا۔ وہ خدا کی محبت سے پُر تھا اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا۔"

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۳-۳۴)

معترض نے تناسخ کی قائلیت کو سب سے بڑا ظلم قرار دیا ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:۔

(ب) "اب میں بحیثیت کرشن ہونے کے آریہ صاحبوں کو اُن کی چند غلطیوں پر تنبیہ کرتا ہوں ..... (قدامت روح و مادہ کی تردید کے بعد فرماتے ہیں۔ ناقل) اس غلطی نے ایک اور غلطی میں آریہ صاحبوں کو پھنسا دیا ہے جس میں ان کا خود نقصان ہے۔ جیسا کہ پہلی غلطی میں پرمیشر کا نقصان ہے اور وہ یہ کہ آریہ صاحبوں نے مکتی کو میعادی ٹھہرا دیا ہے اور تناسخ ہمیشہ کے لئے گلے کا ہار قرار دیا گیا۔ جس سے کبھی نجات نہیں۔ یہ بخل اور تنگدلی خدائے رحیم و کریم کی طرف منسوب کرنا عقل سلیم تجویز نہیں کر سکتی۔"

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۵)

ہر دو اقتباس نہایت واضح ہیں۔ ایک طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ کو پڑھیں اور دوسری طرف معترض کی دیدہ دلیری ملاحظہ کریں کہ حوالہ "لیکچر سیالکوٹ" کا اور پھر اس طرح متعصبانہ اعتراض؟ ؏

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اسی ذیل میں مصنف عشرہ نے الہام "آریوں کا بادشاہ" اور "برہمن اوتار سے مقابلہ

اچھا نہیں" کو بھی پیش کیا ہے۔ اوّل تو ان کا جواب اُوپر کی عبارت میں آگیا ہے چنانچہ حضرت نے بحیثیت کرشن ہونے کے آریوں کی غلطیوں کی توضیح فرمائی ہے اور رُوحانی بادشاہ کا یہی کام ہوتا ہے کہ عقائدِ فاسدہ کی اصلاح کرے۔ اور "برہمن اوتار" کے معنی "خدا کا نبی" کے ہیں۔ برہما خدا کا نام ہے اور اوتار[1] کے معنی لیکچر سیالکوٹ میں حضرت نے خود بھی تحریر فرماتے ہیں۔ (ص۳۴ طبع دوم)

پس حضرت مسیح موعودؑ کی بیان فرمودہ تشریح کے مطابق کوئی اعتراض نہیں۔ دوسرے جس طرح مسیحِ اوّل علیہ السلام نے کہا کہ میں یہودیوں کا بادشاہ ہوں اسی طرح مسیح محمدی نے کہا کہ خدا نے مجھے آریوں کا بادشاہ بھی قرار دیا ہے۔ وہاں یہودی خیالات لازمی تھے یہاں آریہ عقائد ضروری نہیں۔ حضرت مسیح ناصری نے بالآخر فرمایا کہ میری بادشاہت اِس جہان کی نہیں۔ (یوحنا ۱۸/۳۶)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جُدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار
ہم تو بستے ہیں فلک پر اِس زمیں کو کیا کریں!
آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار
ملکِ روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر
گو بہت گزرے ہیں دنیا میں امیر و تاجدار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

پس معترض کا اعتراض سراسر باطل ہے۔

معترض پٹیالوی کو اِس بات پر بھی اعتراض ہے کہ متعدد نام کیوں رکھے گئے۔ افسوس کہ واقفیتِ دین اس کے بس کا روگ نہیں ورنہ وہ اس پر حیران نہ ہوتا۔ ہم دونوں فریق تسلیم کرتے ہیں کہ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزار نام تھے۔ پڑھیے "وَذَکَرَ ابْنُ الْعَرَبِیِّ اَنَّ لِلّٰہِ اَلْفَ اِسْمٍ وَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْفَ اِسْمٍ" (مجمع البحار جلد ا صفحہ ۳ و زرقانی شرح مؤطا جلد ۴ صفحہ ۳۲۴) اور ماحی، حاشر، احمد، عاقب وغیرہ تو بہت مشہور ہیں۔ اب اگر حضرت مرزا صاحبؑ کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے چند نام رکھے گئے تو اِس میں کونسا ہرج لازم آگیا؟

---

[1] مولانا محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند کو بھی بعض لوگوں نے "اوتار" کہا ہے۔ (رسالہ گفتگوئے مذہبی مطبع مجتبائی صفحہ ۳۴)

اگر معترض کو اہلِ منطق کا مشہور مقولہ "لولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ" یاد نہ تھا تو اُسے اتنا تو معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ زید کو اس کی مختلف حیثیات کے لحاظ سے باپ، بیٹا، بھائی، داماد، سالا وغیرہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے اسی طرح اگر آنے والے موعود کے جو موعودِ کل ادیان ہے ان قوموں کے لحاظ سے مسیح، مہدی اور کرشن وغیرہ نام رکھے گئے تو اس پر خیرہ چشم معاند کیوں آتش در نعل ہو رہے ہیں؟ سچ ہے ؎

پھر دوبارہ آ گئی احبار میں رسمِ یہود
پھر مسیح وقت کے دشمن ہوئے یہ جبہ دار

حضرت کرشنؑ کے متعلق اہلِ اسلام کے دس حوالے

بالآخر ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ کرشن کے متعلق دوسرے لوگوں کے کیا خیالات ہیں۔ چنانچہ ذیل میں وہ حوالجات درج کرتے ہیں:۔

(۱) حضرت مجدد الف ثانی امام ربانیؒ فرماتے ہیں:۔

"در اُمم سابق کہ ملاحظہ میکنم بعصے یابد کہ در انجا بعثتِ پیغمبرے نشدہ باشد حتّٰی کہ در زمینِ ہند کہ دور از یں معاملہ مے نماید کہ نیز مے یابد کہ اہلِ پیغمبراں مبعوث شدہ اند و دعوت بصانعِ جلّشانہ فرمودہ اند و در بعضے از بلادِ ہند محسوس میگردد کہ انوارِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات در ظلماتِ شرک در رنگ مشعلہا افروختہ اند"

(مکتوباتِ امام ربانی جلد اوّل مکتوب ۲۵۹)

(۲) مولوی وحید الزمان صاحب نے قرآن مجید کی تفسیر میں لکھا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ حضرت کرشن علیہ السلام خدا کے ایک برگزیدہ اور راستباز انسان تھے اور وہ اپنے زمانہ میں اپنی قوم کے لیے خدا کی طرف سے نذیر ہو کر آئے تھے کیونکہ قرآن مجید میں ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ۔ اس آیت سے یہ صاف نکلتا ہے کہ ہر ملک اور ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہو چکے ہیں۔ (تفسیر وحیدی زیر آیت وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر)

(۳) جناب مولوی عبید اللہ صاحب مؤلف تحفۃ الہند لکھتے ہیں:۔

"ہوسکتا ہے کہ اِس ملک (ہند) میں حق تعالیٰ کی طرف سے بعض انبیاء بھی مبعوث ہوئے ہوں ...... کیونکہ احتمال ہے کہ .... شاید یہ باتیں جو اُن کی نسبت ان کی پوتھیوں میں لکھی ہیں جھوٹ ہوں۔" (رسالہ تحفۃ الہند صف)

(۴) جناب مولوی شبلی نعمانی لکھتے ہیں :-

"ہندوستان کے پیغمبر افسانوں کے حجاب میں گم ہیں۔" (سیرۃ النبی جلد ا صفحہ ۲)

(۵) حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند لکھتے ہیں :-

(الف) "رامچندر، کرشن نبی تھے۔" (مستدھرم وچار مصنفہ مولانا موصوف)

(ب) "کیا عجب ہے کہ جس کو ہندو صاحب اوتار کہتے ہیں اپنے زمانہ کے نبی یا ولی یعنی نائب نبی ہوں۔ قرآن شریف میں یہ بھی ارشاد ہے مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا الخ ..... سو کیا عجب ہے کہ انبیاءِ ہندوستان بھی انہی نبیوں میں سے ہوں جن کا تذکرہ آپ سے نہیں کیا گیا۔ رہی یہ بات کہ اگر ہندوؤں کے اوتار انبیاء یا اولیاء ہوتے تو دعویٰ خدائی نہ کرتے اور افعالِ ناشائستہ مثل زنا، چوری وغیرہ اُن سے سرزد نہ ہوتے۔ حالانکہ اوتاروں کے معتقد یعنی ہندو ان دونوں باتوں کے معتقد ہیں۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ دونوں باتیں بے شک ان سے سرزد ہوئی ہیں۔ سو اس شبہ کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف دعویٰ خدائی نصاریٰ نے منسوب کر دیا ہے اور دلائل عقلی و نقلی اس کے مخالف ہیں۔ ایسے ہی کیا عجب ہے کہ سری کرشن اور سری رامچندر کی طرف بھی یہ دعویٰ بدروغ منسوب کر دیا ہو۔" (مباحثہ شاہجہانپور مطبوعہ مجتبائی دہلی مباحثہ مولانا محمد قاسم صاحب و دیانند سرسوتی صفحہ ۳)

(۶) ایک مبلغ اسلام لکھتے ہیں :-

"میں مجمل طور پر ہندوستان کے دو نامور بزرگوں سری رامچندر جی اور سری کرشن جی کے حالات پیش کرتا ہوں ..... یہ لوگ واقعی ہندوستان کے رسول تھے۔" (لیکچر "ہندوستان کے دو پیغمبر"[1] صفحہ ۹)

---

[1] یہ لیکچر انجمن حمایت اسلام لاہور کے ۴۲ ویں سالانہ جلسہ میں ہزاروں مسلمانوں کے سامنے پڑھا گیا۔ مؤلف

(۷) خواجہ حسن نظامی صاحب لکھتے ہیں

(الف) "سری کرشن بھی ہندوستان کے ہادی تھے۔ ان کو بھی ایک بڑی اور اعلیٰ قوم کی رہبری پر مامور کیا۔" (کرشن بیتی صد ۳۹)

(ب) "سری کرشن کی ذات درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ظالموں کی تباہی اور بربادی کے لیئے مامور ہوئی تھی۔" (کرشن بیتی صد ۹۱)

(۸) مولوی محمد علی صاحب مونگیری نے لکھا ہے:۔

"حضرت کے پیشتر یہ لوگ (کرشن ورامچندر) مسلمان تھے۔" (رسالہ ارشادِ رحمانی وفضلِ یزدانی طبع اوّل صد ۴۴)

(۹) حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کے متعلق لکھا ہے کہ کرشن کے متعلق ایک کشف پر آپ نے فرمایا:۔

"اس کی تعبیر دوسری ہے۔ جتنے لوگ گزر گئے ہیں ان میں سے کسی خاص شخص پر کفر کا حکم لگانا بغیر ثبوت شرعی جائز نہیں ہے اور ان دونوں (کرشن و رامچندر) کا حال نہ قرآن مجید میں ہے نہ حدیث میں۔ اور قرآن مجید میں آچکا ہے کہ ہر قریہ میں ہدایت کرنے والا گزرا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہنود میں بھی کوئی ہادی گزرا ہوگا۔ اس طور پر ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ اپنے عہد میں ولی ہوں یا نبی۔" (رسالہ ارشادِ رحمانی طبع اوّل صد ۴۴)

(۱۰) مولوی ظفر علی خاں ایڈیٹر زمیندار لاہور نے لکھا ہے:۔

"کوئی قوم اور کوئی ملک ایسا نہیں جس کی برائیوں کی اصلاح کے لیئے خدائے بزرگ و برتر نے خاص خاص اوقات میں اپنا کوئی برگزیدہ بندہ نبی یا مرسل یا مامور کے طور پر مبعوث نہ کیا ہو۔ سری کرشن نبیوں کے اسی عالمگیر سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔" (اخبار پرتاپ لاہور کا کرشن نمبر ۲۸ اگست ۱۹۲۹ء)

قارئین کرام! ان دس حوالجات سے ظاہر ہے کہ حضرت کرشنؑ کے متعلق قرآن مجید کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو وضاحت فرمائی ہے مسلمانوں کے سمجھدار طبقہ نے بھی اسی پر صاد کیا ہے اور وہ اجمالاً یا تفصیلاً جناب کرشن کی بندگی کے قائل ہوئے ہیں معترض پٹیالوی نے اس حقیقت کے اظہار پر سیدنا حضرت مسیح موعودؑ

کو اسلام سے خارج قرار دیا تھا۔ بتائیے اگر معترض کا بیان درست ہے تو ان بزرگوں یا علماء پر کیا فتویٰ لگے گا؟ بیّنوا، توجروا۔

(۳) "یحمدک اللّٰہ من عرشہ و یمشی الیک" معترض پٹیالوی اِس الہام کو درج کرنے کے بعد لکھتا ہے :۔

"قرآن مجید کی پہلی آیت ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے سزاوار ہیں جو جہانوں کو پالنے والا ہے ادھر سردارِ انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے اپنے خدا کی حمد کر۔ کیا مرزا صاحب کے الہام سے بموجب آیات قرآنی اللہ تعالیٰ کا مقابلہ اور خیر البشر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک مقصود نہیں؟ اور کیا خدا سے اپنی حمد کرا کر مرزا صاحب نے صریح طور پر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی فضیلت کا اظہار نہیں کیا؟" (عشرہ صـ۴۷)

الجواب۔ اعتراض کا خلاصہ دو فقروں میں ہے :۔

(۱) مرزا صاحبؑ نے الہام "یحمدک اللّٰہ" کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کیا۔

(۲) اِس الہام سے مرزا صاحبؑ نے آنحضرتؐ پر افضلیت کا ادعاء کیا اور آنحضرتؐ کی ہتک کی (العیاذ باللہ)

فقرہ اوّل کا جواب۔ (الف) بلاشبہ یہ درست ہے کہ بالذات اور حقیقی طور پر صرف ذاتِ باری ہی حمد کی مستحق ہے۔ جس طرح الحیّ، القیّوم، السّمیع، البصیر، الخبیر حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ ہی کے اوصاف ہیں مگر انسان بھی زندہ، قائم، سُننے والا، دیکھنے والا اور خبردار کہلاتا ہے۔ بلکہ خود قرآن مجید میں بھی ایسی صفات انسان سے منسوب کی گئی ہیں۔ اگر کوئی نادان کہے کہ "دیکھو خدا بھی زندہ اور تم بھی زندہ، وہ بھی سننے والا اور تم بھی سننے والے، گویا تم خدا کے شریک ٹھہرے" تو اس کو یہی جواب دیا جائے گا کہ بے شک خدا بھی زندہ ہے اور ہم بھی زندہ ہیں لیکن ہماری زندگی بالتبع اور اس کے واسطہ سے ہے، جب تک وہ زندہ رکھے ہم زندہ ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح حمد کا حقیقی طور پر خدا ہی مستحق ہے لیکن اگر خدا تعالیٰ ہی کے حکم سے بالتبع کسی انسان کی حمد ہو تو اس کو خدا کا

مقابلہ قرار دینا انتہائی جہالت ہے۔ بھلا جب خدا تعالیٰ نے بندہ میں حمد کی بنیادی خوبیاں ودیعت فرمائی ہیں تو اس کی بالتبع حمد کیوں حرام ٹھہری ؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن کے الہام پر اعتراض کیا گیا ہے خود تحریر فرماتے ہیں :-

"لا یتحقق حقیقۃ الحمد کما ھو حقّھا الّا للّذی ھو مبدء لجمیع الفیوض والانوار ومحسن علی وجہ البصیرۃ لا من غیر الشعور ولا من الاضطرار فلا یوجد ھٰذا المعنی الّا فی اللہ الخبیر البصیر وانّہ ھو المحسن ومنہ المنن کلّھا فی الاوّل والاخیر ولہ الحمد فی ھٰذہ الدار وتلک الدار والیہ یرجع کل حمدٍ ینسب الی الاغیار"

ترجمہ: حقیقت حمد اصلی طور پر صرف اسی ذات میں متحقق ہے جو تمام فیوض و انوار کی منبع و سرچشمہ ہے اور بالارادہ عمداً بلا جبر و اکراہ احسان کرنے والی ہے اور یہ بات بجز اللہ خبیر و بصیر کے نہیں پائی جاتی پس وہی حقیقی محسن ہے اور پہلے اور پیچھے سب احسانات اسی کی طرف سے آتے ہیں اسلئے اس دنیا اور اگلے جہان میں حقیقی حمد اسی کے لئے ہے۔ اور جو محامد اس کے غیر سے منسوب ہیں وہ بھی دراصل اسی کی طرف راجع ہیں"

(اعجاز المسیح ص۱۲۵)

پس الہام "یحمدک" میں حمد ذاتی مراد نہیں کیونکہ وہ بہر صورت مختص بذات الباری تعالیٰ ہے اور رہے گی۔ ہاں عرضی حمد جو خدا کے پیدا کرنے سے ہوتی ہے اس جگہ مراد ہے۔

جواب (ب) اس جگہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ لفظ حمد کا غیر اللہ کے لئے استعمال مطلقاً ناجائز ہے تو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سب غلطی کم علم سے پیدا ہوتی ہے۔ قرآن مجید اور عربی زبان کی رُو سے یہ ناجائز نہیں۔ بلکہ بسا اوقات غیر اللہ کے لئے لفظ حمد بولا گیا ہے۔ طوالت کلام سے اجتناب کرتے ہوئے ذیل میں صرف چند امثلہ ذکر کی جاتی ہیں۔

عام انسانوں کے لئے لفظ حمد

امام بیضاوی کہتے ہیں:- حمدت

زید اعلیٰ کرمہ و علمہ کہ تم زید کی سخاوت اور اس کے علم کی بنا پر اس کی حمد کر سکتے ہو یعنی لفظ حمد بولنا جائز ہے (تفسیر بیضاوی زیر آیت الحمد للہ)
مجمع البحار میں بھی لکھا ہے :- انک تحمد الرجل علیٰ صفاتہ الذاتیۃ وعلیٰ عطاءہ (جلد ۱ ص۳) کہ ہر شخص کی صفات اور بخشش وغیرہ پر لفظ حمد کا اطلاق کر سکتے ہو۔

کافروں کا اپنے لئے لفظ حمد

شاعر اپنے قبیلہ کی تعریف میں کہتا ہے ؎

لنا حمد ارباب المئین ولا یریٰ
الیٰ بیتنا مال مع اللیل رائح
(حماسہ مجتبائی ص۵۰۳)

یہاں شاعر نے اپنے لئے لفظ حمد کا استعمال کیا ہے۔

منافقوں کے لئے لفظ حمد

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا (آل عمران)
گویا اس آیت میں لفظ حمد منافقوں سے منسوب کیا گیا ہے کہ وہ جھوٹے طور پر اپنی حمد چاہتے ہیں۔

مومنوں کے لئے لفظ حمد

مسلم شریف میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا اَوَ یَأتِی الخیر بالشر۔ آپ نے تھوڑی خاموشی کے بعد فرمایا " این ھذا السائل " کہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس پر راوی کہتا ہے کَاَنَّہٗ حَمِدَہٗ گویا رسول پاکؐ نے اس سائل کی تعریف فرمائی۔ اس جگہ ایک مومن کے لئے حمد کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔ (جلد ۱ ص۳۸۵ باب تخوف ما یخرج من زھرۃ الدنیا)

دوسری حدیث میں ہے :-
قِيلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ قَالَ

تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ ۔" (مسلم جلد ۲ کتاب البر والصلۃ)

"عرض کیا گیا کہ اے رسول خدا! ایک انسان نیک کام کرتا ہے تو لوگ اس کی حمد کرتے ہیں۔ فرمایا یہ مومن کے لئے پہلی بشارت ہے۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ حمد

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ اس کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

"اِفْعَلْ هٰذَا الَّذِیْ اٰمُرُكَ بِهٖ لِنُقِیْمَكَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَحْمَدُكَ فِیْهِ الْخَلَائِقُ كُلُّهُمْ وَ خَالِقُهُمْ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی" (تفسیر ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۹۲)

گویا مقام محمود وہ ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مخلوقات اور خود اللہ تعالیٰ حمد کرے گا۔ اس عبارت میں لفظ "یحمدك" خاص طور پر قابل یادداشت ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ ذات جس کی بکثرت اور بار بار حمد کی جائے۔ ان معنوں کے لئے حوالجات ذیل ملاحظہ ہوں:۔

(الف) لسان العرب میں لکھا ہے:۔ "محمد هذا الاسم منه كانّه حمد مرةً بعد اخرىٰ"

(ب) مجمع البحار میں لکھا ہے:۔ اذا بلغ النهاية و تكاملت فيه المحاسن فهو محمد وهو منقول من الصفة للتفاؤل انه سيكثر حمده (جلد اول زیر لفظ حمد)

گویا آنحضرتؐ کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی لئے رکھا گیا تا آپؐ کی کثرت حمد پر دلالت کرے۔

(ج) امام ابن القیمؒ لکھتے ہیں:۔

"تسميته صلى الله عليه وسلم بهذا الاسم (اى محمد) لما اشتمل عليه من مسماه وهو الحمد فانّه صلى الله عليه وسلم محمود عند الله، ومحمود عند الملائكة، و

محمود عند اخوانه من المرسلين، ومحمود عند اهل الارض کلھم، وان کفر به بعضھم فانّ ما فیه من صفات الکمال محمودۃ عند کل عاقل وان کابر عقله جحوداً وعناداً و جھلاً باتصاف بھا ولو علم اتصافه بھا لحمدہٗ فانّه یحمد من اتصف بصفات الکمال ویجھل وجودھا فیه فھو فی الحقیقة حامدٌ له ۔" (جلاء الافہام ص۱۱)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد اسلئے ہے کہ اس نام محمدؐ کے مسمّی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) بہت سی حمدوں کے جامع ہیں۔ آپؐ کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی حمد کی گئی ہے اور آپ فرشتوں اور مرسلین کے نزدیک بھی حمد کئے گئے ہیں، اور رُوئے زمین کے سب لوگ آپ کی حمد کرتے ہیں، اور جو لوگ عناد اور جہل کے ماتحت آپ کی صفاتِ کمال سے منکر ہیں وہ آپؐ کے انکاری ہیں لیکن درحقیقت وہ بھی آپ کے حامد ہیں ہاں اُن کو صرف ان صفات کا علم نہیں جو حضورؐ میں موجود ہیں۔"

نہایت واضح عبارت ہے۔

(د) صاحب زرقانی نے لکھا ہے:۔

"انّ المحمّد لغة ھو الّذی حمّد مرّۃً بعد مرّۃٍ الی غیر النھایة کالممدح او الّذی تکاملت فیه الخصال المحمودۃ ۔" (زرقانی علی المؤطا جلد ۴ ص۳۲۹)

پھر زادالمعاد میں لکھا ہے:۔

"محمّد ھو الّذی یحمدہٗ اھل السّمٰوٰت واھل الارض۔"

(زادالمعاد جلد ۱ ص۲۳)

خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

أَلَا تَعْجَبُوْنَ كَيْفَ يَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّيْ شَتْمَ قُرَيْشٍ وَلَعْنَهُمْ يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّماً وَيَلْعَنُوْنَ مُذَمَّماً وَ أَنَا مُحَمَّدٌ ۔ (بخاری جلد ۲ ص۱۲۶ باب ما جاء فی اسماء رسول اللّٰہ)

"کیا یہ بات تمہارے لیے تعجب خیز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کی گالیوں

اور لعنتوں کو مجھ سے کس طرح دُور کر دیا ہے کیونکہ وہ مذمّم (قابلِ مذمت وجود) کو گالیاں دیتے ہیں اور میں محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں یعنی قابلِ حمد و ستائش۔"

یہ امر تشریح طلب نہیں کہ اس حدیث میں حضورؐ نے آنا محمّد کو مذمّم کے بالمقابل رکھ کر بطور صفت (بار بار حمد کیا گیا) ذکر فرمایا ہے وھو المطلوب۔

حضرات! مندرجہ بالا بیانات سے آپ پر واضح ہو چکا ہے کہ لفظ حمد کا استعمال عام ہے جو لوگ اس کو غیر اللہ کے لئے مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں وہ داخل "کوئیں کے مینڈک" ہیں۔

فقرہ دوم کا جواب:۔ اگرچہ ہمارے بیان کے آخری حصّہ سے مکذب پٹیالوی کے اعتراض کے دوسرے حصّہ کا خود بخود جواب مل جاتا ہے کیونکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ اللہ، فرشتے، رسول اور جمیع خلق آپ کی حمد کرتے ہیں اور "مقامِ محمود" کا یہ بھی مفہوم لیا گیا ہے تو اب "افضلیت یا ہتک" کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ آپؐ کی شان میں بھی لفظ حمد وارد ہے بلکہ آپ محمّد ہیں یعنی بالفاظِ دیگر ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کے مصداق ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن ہم ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سینکڑوں اقتباسات میں سے صرف دو درج کرتے ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کی جس قدر بھی شان بلند ہو بہر حال آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیضان حاصل کیا ہے۔ اور وہ تمام محامد بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف ہی راجع ہیں[1]۔ فرماتے ہیں:۔

اوّل:۔ "اس بات کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک مدح و ثناء جو کسی مومن کے الہامات میں کی جائے وہ حقیقی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہوتی ہے اور وہ مومن بقدر اپنی متابعت کے اس مدح سے حصّہ حاصل کرتا ہے اور وہ بھی محض خدا تعالیٰ کے لطف اور احسان سے نہ کسی اپنی لیاقت اور خوبی سے۔" (براہین احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۸۴ حاشیہ نمبر ۲)

دوم۔ فرماتے ہیں :۔

---

[1] حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانئ مدرسۂ دیوبند تحریر فرماتے ہیں:"۔ اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے کوئی ذاتی کمال نہیں۔۔۔۔ ایسی صورت میں اگر اصل اور ظل میں تساوی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ افضلیت بوجہ اصلیت پھر بھی ادھر رہے گی۔" (تحذیر الناس ص [illegible])

"وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا — نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

چند شعروں کے بعد ہے

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں — وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ — باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا — وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

(رسالہ قادیان کے آریہ اور ہم)

اندریں صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افضلیت کے ادعاء کا الزام ایک گندہ، ناپاک اور سراسر افتراء سے پُر الزام ہے۔ اے کاش کہ ہمارے مخالف تھوڑی سی بھی دیانتداری سے بھی کام لیں تو اس قدر مغالطہ دہی کے مرتکب نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء کی تعریف کی

معترض کے اعتراض میں یہ بطور یہ مذکور ہے کہ گویا (نعوذ باللہ) اللہ نے کسی نبی کی تعریف نہیں فرمائی حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کے علاوہ اپنے مومن بندوں کی بھی تعریف فرمائی ہے۔ انبیاء کے حق میں قرآن مجید میں بکثرت آیات موجود ہیں۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ کے متعلق فرمایا۔ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ (ہود ع) پھر فرمایا اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (مریم ع) حضرت اسمٰعیلؑ کے متعلق فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ (مریم ع) حضرت ادریسؑ کے بارہ میں فرمایا اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (مریم ع) حضرت نوحؑ کے متعلق فرمایا اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا (بنی اسرائیل ع) حضرت سلیمانؑ اور حضرت ایوبؑ کے حق میں وارد ہوا ہے نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ (ص ع) حضرت داؤدؑ کے ذکر پر فرمایا وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗ اَوَّابٌ (ص ع) حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت ابراہیمؑ وغیرہ کے ذکر پر فرمایا اِنَّا اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ (ص ع) خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں علاوہ دیگر آیات کے فرمایا وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (احزاب ع) حضرت موسیٰؑ کے متعلق فرمایا اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا (مریم ع)

اب ہر ایک شخص جو کچھ بھی عقل رکھتا ہے بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ یہ تمام کلمات جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی شان میں فرمائے ہیں یہ سب ان کے محامد اور ان کی تعریفیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کی ہیں کسی بندہ نے نہیں کیں۔ پس یہ خیال سراسر لغو ہے کہ خدا تعالیٰ کسی بندہ کی تعریف نہیں کرتا اور یہ اس کی ذات کے منافی ہے۔

یہ امر تو اظہر من الشمس ہے کہ یہ تمام تعریفی کلمات اللہ تعالیٰ نے عرش پر سے ہی فرمائے ہیں کیونکہ قرآن پاک کہتا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى کہ خدا تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ لہٰذا اب اعتراض ہر رنگ میں غلط ثابت ہوا۔ سعدی مرحوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرما گئے ہیں ؎

خدایت ثنا گفت و تبجیل کرد زمیں بوس قدر تو جبریل کرد

پھر کہتے ہیں ؎

ترا عز لولاک تمکین بس است ثنائے تو طٰہٰ و یٰسین بس است

خدا کی ثناء حاصل کرنے کا ذریعہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "یحمدک" کے لحاظ سے صرف اپنی ہی خصوصیت نہیں فرمائی بلکہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ اپنے اخلاص میں ترقی کر جاتا ہے تو

"عند ذالک یکون العبد المخلص فی العمل محبوبا فی الحضرۃ فان اللہ یحمدہٗ من عرشہٖ"

پھر وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب بن جاتا ہے اور خدا تعالیٰ عرش پر سے اس کی تعریف کرتا ہے" (اعجاز المسیح صفحہ ۱۰۱)

گویا یہ ہر مخلص بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا سلوک ہوتا ہے۔ اس کے حاصل کرنے کے ذریعہ کے متعلق فرمایا ہے ؎

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت
بشو از دل ثناء خوانِ محمدؐ

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو "محمد" ہیں آپ کے مدح خوان بن جاؤ خدا تمہاری تعریف کرے گا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو صلی اللہ علیہ عشرا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ

درود پڑھتا ہے یعنی اس کی تعریف کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مقام پر رقم فرماتے ہیں:۔

"بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرتؐ کے کمالات قدسیہ سے شریک مساوی نہیں ہو سکتا بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرتؐ کے کمالات سے کچھ نسبت ہو۔ مگر اے طالبِ حق! ارشدک اللہ تم متوجہ ہو کر اس بات کو سنو کہ خداوند کریم نے اس غرض سے کہ تا ہمیشہ اس رسول مقبول کی برکتیں ظاہر ہوں اور تا ہمیشہ اس کے نور اور اس کی قبولیت کی کامل شعاعیں مخالفین کو ملزم اور لاجواب کرتی رہیں۔ اس طرح پر اپنی کمال حکمت اور رحمت سے انتظام کر رکھا ہے کہ بعض افراد امتِ محمدیہ کہ جو کمال عاجزی اور تذلّل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کرتے ہیں، اور خاکساری کے آستانہ پر پڑ کر بالکل اپنے نفس سے گئے گزرے ہوتے ہیں۔ خدا ان کو فانی اور ایک مصفا شیشہ کی طرح پا کر اپنے رسول مقبولؐ کی برکتیں ان کے وجود بے نمود کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے اور جو کچھ منجانب اللہ ان کی تعریف کی جاتی ہے، یا کچھ آثار اور برکات اور آیات ان سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ حقیقت میں مرجع تام ان تمام تعریفوں کا، اور مصدرِ کامل ان تمام تعریفوں کا، اور مصدرِ کامل ان تمام برکات کا رسول کریم ہی ہوتا ہے اور حقیقی اور کامل طور پر وہ تعریفیں اسی کے لائق ہوتی ہیں اور وہی ان کا مصداق اتم ہوتا ہے۔"

(براہین احمدیہ جلد سوم صفحہ ۲۴۳)

بالآخر ہم یہ بھی بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ آیت الحمد للہ رب العٰلمین میں لفظ "الحمد" مصدر ہے جو فعل معروف و مجہول دونوں سے بنتا ہے (المبنی للمعروف والمجہول) اور اس کے معنی جس طرح یہ ہیں کہ خدا ہی تمام تعریفوں کا مستحق ہے ویسے ہی یہ بھی ہیں کہ کسی کی تعریف کرنا بھی درحقیقت اسی کو سزاوار ہے کیونکہ وہ عالم الغیب والشہود ہے، اس کا علم تام ہے، اس کی تعریف ہی سچی اور مستقل تعریف ہوگی۔

ان معنوں کے رُو سے ضروری ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کی تعریف فرمائے
اسی کے مطابق موجودہ زمانہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے مدّاح
حضرت پیغمبرِ قادیان کی اس نے تعریف فرمائی تو اس میں اعتراض کا کونسا موقعہ ہے؟
جس کی تعریف نبوی سچّی اور اصلی تھی اور جس نے عظمتِ نبوی کی خاطر آیاتِ قرآنی کی
روشنی میں حیاتِ مسیح وغیرہ امور کی تردید فرما کر دُنیا سے کاذب، مفتری اور دجّال
وغیرہ (نعوذ باللہ) نام رکھائے تھے خدا نے اُس کی تعریف فرمائی اور جعلی تعریف اور
محض دعویٰ والوں کو ردّ کر دیا۔ سچ ہے ؎

یہ رُتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدّعی کے واسطے دار و رسن کہاں

معترض پٹیالوی نے الہام کے حصّہ "یمشی الیك" پر اعتراض کو بزور پیش
نہیں کیا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے اچھی طرح سے معلوم ہے کہ حدیثِ قدسی میں
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

"مَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً"

کہ جو شخص میرے پاس چل کر آتا ہے میں اُس کے پاس دَوڑ کر آتا ہوں۔"

(صحیح مسلم جلد ۲ باب التقرب الی اللہ)

پس جن معنوں میں اللہ تعالیٰ کے لیئے دَوڑ کر آنا ثابت ہے انہی معنوں میں اسکے
لیئے مشی یعنی آنا بھی ثابت ہے فلا اعتراض۔

(۴) "اخترتك لنفسی۔ الارض والسماء معك كما ھو معی"

معترض پٹیالوی حقیقۃ الوحی ص۸۴ سے یہ الہام درج کر کے لکھتا ہے :-

"کیا مرزا صاحب اللہ تعالیٰ کے حکم و قدرت میں شریک ہیں؟ مرزا
صاحب کے ملہم کی عربی دانی لفظ ھُو سے ظاہر ہوتی ہے یہاں ھُما چاہیئے۔"

الجواب۔ اس الہام کا ترجمہ یہ ہے کہ "میں نے تجھے اپنے نفس کے لیئے پسند
کیا۔ زمین و آسمان تیرے ساتھ ہیں جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔" (عشرہ ص۴۷) اس سے

حکم و قدرت میں شرکت کا استدلال سراسر باطل ہے۔ کیونکہ خود حضرت مرزا صاحب نے اس الہام کی تشریح میں فرمایا ہے :-

"(خدا) فرماتا ہے کہ زمین و آسمان تیرے ساتھ ہیں جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آئندہ بہت سی قبولیت ظاہر ہو گی اور زمین کے لوگ رجوع کریں گے اور آسمانی فرشتے ساتھ ہونگے جیسا کہ آج کل ظہور میں آیا۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۱)

اس اقتباس سے واضح ہے کہ آسمان و زمین کے ساتھ ہونے کا کیا مطلب ہے؟

اسی کی تشریح میں فرمایا ؎

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند
(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۵۵)

پھر فرمایا ؎

آسماں میرے لیئے تُو نے بنایا اِک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لیئے تاریک تار
تُو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کے لیئے
تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار
آسماں پر دعوتِ حق کے لیئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
اسمعوا صوت السّماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار
(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

اس قدر تصریح کے باوجود اعتراض کرنا یقیناً صداقت کا خون کرنا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کا ہو جاتا ہے خدا اُس کا ہو جاتا ہے۔ مَن کان لِلّٰہ کان اللّٰہ لہٗ۔ حضرت ؑ کا الہام بھی ہے "جے تُو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو"۔ اسی کے مطابق جو انسان خالص موحّد ہو جاتا ہے، انانیت و خواہشات کو بھسم کر دیتا ہے۔ ہر چیز اسکے

کام میں لگادی جاتی ہے ۔ ہمارے حضرتؑ نے تحریر فرمایا ہے :-

(الف) "جو شخص بڑا صدق لے کر اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑتا ہے وہ اس کیلئے بڑے بڑے کام دکھاتا ہے ۔ یہاں تک کہ اپنے زمین و آسمان کو اسکے لیئے غلاموں کی طرح کر دیتا ہے اور اس کے منشار کے مطابق دنیا میں تصرف کرتا ہے ۔" (تتمہ چشمہ معرفت)

(ب) "اسی معرفتِ تامہ کے درجہ پر پہنچ کر اسلام صرف لفظی اسلام نہیں رہتا بلکہ وہ تمام حقیقت اس کی جو ہم بیان کر چکے ہیں حاصل ہو جاتی ہے ۔ اور انسانی روح نہایت انکسار سے حضرتِ احدیت میں اپنا سر رکھ دیتی ہے تب دونوں طرف سے یہ آواز آتی ہے کہ جو میرا سو تیرا ہے اور خدا تعالیٰ بھی بولتا ہے اور بشارت دیتا ہے کہ اے میرے بندے جو کچھ زمین و آسمان وغیرہ میرے ساتھ ہے وہ سب تیرے ساتھ ہے ۔ اسی مرتبہ کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے قُلْ یَاعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعاً ۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام ص۱۸۹)

حضرت سید عبد القادر صاحب جیلانیؒ فرماتے ہیں :-

"وَحِیْنَئِذٍ تَکُوْنُ وَارِثَ کُلِّ رَسُوْلٍ وَنَبِیٍّ وَصِدِّیْقٍ بِکَ تُخْتَمُ الْوِلَایَۃُ وَاِلَیْکَ تَصْدُرُ الْاَبْدَالُ وَبِکَ تَنْکَشِفُ الْکُرُوْبُ وَبِکَ تُسْقَی الْغُیُوْثُ وَبِکَ تَنْبُتُ الزُّرُوْعُ وَبِکَ تُدْفَعُ الْبَلَایَا وَالْمِحَنُ عَنِ الْخَاصِّ وَالْعَامِّ وَاَھْلِ الثُّغُوْرِ وَالرَّاعِیْ وَالرَّعَایَا وَالْاَئِمَّۃِ وَسَائِرِ الْبَرَایَا فَتَکُوْنُ شَحْنَۃَ الْبِلَادِ وَالْعِبَادِ ۔"

ترجمہ ۔ اے سالک ! (مرتبۂ فرد الفرد میں) تو ہر رسول، نبی اور صدیق کا وارث بن جائے گا ۔ تو خاتم الاولیاء ہوگا[1] اور ابدال تیرے پاس آئیں گے مشکلات

---

[1] ختم نبوت کے معنوں کے حل کرنے کے لئے یہ ایک اچھی مثال ہے ۔ (ابو العطاء)

تیرے ذریعہ سے دُور ہوں گی، تیرے ذریعہ سے بارشیں برسیں گی اور کھیتیاں اُگیں گی اور مصائب وتکالیف ہر کس خاص وعام، سرحدی، رعیت، بادشاہ امام، اُمت اور سب مخلوق کی تیرے ذریعہ سے دُور ہونگی اور تو بندگان اور شہروں کا چوکیدار بن جائے گا۔" (فتوح الغیب مقالہ ۱۷)

پھر اولیاءِ خاص کی تعریف میں فرمایا:۔

"بِهِمْ ثَبَاتُ الْأَرْضِ وَالسَّمَآءِ وَقَرَارُ الْمَوْتٰى وَالْأَحْيَاءِ إِذْ جَعَلَهُمْ مَلِيْكُهُمْ أَوْتَادًا لِلْأَرْضِ الَّتِيْ دَحٰى فَكُلٌّ كَالْجَبَلِ الَّذِيْ رَسَا"

ترجمہ۔ انہی لوگوں کے ساتھ آسمان وزمین کا ثبات اور مُردوں اور زندوں کا قرار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین کے لیے ستون بنایا ہے اور وہ زبردست گڑے ہوئے پہاڑ کی طرح ہوتے ہیں۔" (فتوح الغیب مقالہ ۱۲)

بہت ممکن ہے کہ متعصب دشمن اس حقیقت کو ٹھکرا دے اس لیئے میں کہتا ہوں کہ آسمان وزمین کی معیت سے اگر قدرت وحکم میں شراکت لازم آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی معیت سے تو الوہیت سے بھی چار قدم آگے ہی جانا مانوگے۔ دیکھو قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (الحدید ع) إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا (النحل ع) كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ (الشعراء ع) إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (توبہ ع) ان آیات میں بتلایا ہے کہ ہر انسان کو اللہ کی معیت حاصل ہے متقی لوگوں کے ساتھ اللہ ہے۔ موسیٰؑ نے کہا کہ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا ضرور اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔"

اب کیا ان تمام مقامات پر اللہ کی معیت سے شرک لازم آتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر کوئی ایسا خیال کرتا ہے تو غلطی کرتا ہے۔ پس جب اللہ کی معیت قدرتِ الٰہیہ میں شریک نہیں بناتی تو آسمان وزمین کی معیت کیسے بنا سکتی ہے؟ ہاں یہ بھی خیال رہے کہ لفظ کما مشابہتِ تامہ کا مقتضی نہیں بلکہ ایک مقصد میں یگانگت کے لئے بھی لفظ کما آجاتا ہے۔ آیت كَمَا أَرْسَلْنَا إِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (مزمل ع) اس کی شاہد ہے۔ بہر حال یہ الہام کسی صورت میں بھی شریعت اسلامی کے خلاف نہیں۔

اِس جگہ شریعت کے مدعی معترض پٹیالوی اور ان کے ہمنوا دیوبندیوں کے لئے ہم ایک اور آیت بھی درج کرتے ہیں شاید وہ اسی سے روشنی حاصل کر سکیں۔ ربّ العرش فرماتا ہے :۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ (الدخان غ)

فرعونی مرگئے اور ان پر نہ آسمان رویا نہ زمین روئی۔

اِس آیت سے التزاماً سمجھا جاتا ہے کہ مومن پہ آسمان بھی روتا ہے اور زمین بھی۔ چنانچہ امام مجاہد کا قول ہے :۔

"اِنَّ السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ تَبْكِيَانِ عَلَى الْمُؤْمِنِ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً۔"

(فتح البیان جلد ۸ صفحہ ۳۲۶)

کہ مومن کی موت پر چالیس دن تک آسمان وزمین روتے ہیں۔

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے :۔

"مَا مَاتَ مُؤْمِنٌ فِيْ غُرْبَةٍ غَابَتْ عَنْهُ فِيْهَا بَوَاكِيْهِ اِلَّا بَكَتْ عَلَيْهِ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ۔" (فتح البیان جلد ۸ صفحہ ۳۲۶)

کہ جو مومن مسافری میں ایسی جگہ مرجائے جہاں اُس پہ رونے والے نہ ہوں تو اُس پر آسمان وزمین روتے ہیں۔"

اب سوال یہ ہے کہ آسمان وزمین کا رونا کس نوع کا ہے ؟ اور پھر اگر آسمانُ زمین کی معیت سے "قدرت وحکم میں شرکت" ثابت ہوتی تھی تو آسمان وزمین کے رونے سے تو خالقیت ہی ثابت ہو جائے گی ؟ فتدبر وتفکر !

اگر یہ کہا جائے کہ ہم اس جگہ اہل السماء والارض مراد لیں گے تو پھر الہام زیر نظر میں بھی حذف مضاف ماننے سے کیا ہرج لازم آتا ہے ؟

اعتراض کے دوسرے حصے میں بقولِ خود "کم علم" منشی پٹیالوی نے لفظ ھُوَ پہ اعتراض کیا ہے۔ ایک گردا وریا نائب تحصیلدار اور عربی کی غلطیاں نکالتا ؟ ؎

بُت کریں آرزو خدائی کی   شان ہے تیری کبریائی کی

کس سادگی سے کہتے ہیں "یہاں ھُمَا چاہیئے۔"

منشی صاحب ! اگر آپ کا قاعدہ ہی درست ہے تو فرمائیے کہ قرآن مجید کی بھی

آپ غلطیاں نکالیں گے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۱) وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہیں کہ منافق ان کو راضی کریں۔ (توبہ ع) کیا یہاں بھی "ھُمَا ہونا چاہیے"؟

(۲) وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ۔ تم مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ذریعہ سے اور یہ بجز خشیت الٰہی رکھنے والوں کے باقی سب پر بھاری ہیں (بقرہ ع) کیا یہاں بھی اِنَّهَا کی بجائے اِنَّهُمَا چاہیے؟

(۳) فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ۔ اپنے کھانے اور پینے کو دیکھ وہ خراب نہیں ہوئے۔ (بقرہ ع) کیا اس جگہ بھی "يَتَسَنَّهْ" کی بجائے تثنیہ (دو کا) صیغہ چاہیے تھا؟

(۴) وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (توبہ ع) ھَا واحد کی ضمیر ہے اور مرجع سونا اور چاندی دو چیزیں ہیں۔ کیا اس جگہ بھی ھُمَا چاہیے تھا؟

ان امثلہ سے ظاہر ہے کہ بسا اوقات پہلے دو چیزوں کا ذکر ہوتا ہے مگر انکی طرف ضمیر واحد (بتاویل ما) پھیری جاتی ہے اس کو غلطی قرار دینا دراصل جہل مرکب کا نتیجہ ہے۔ ہم نے قرآن پاک کی مثالیں اسی لئے دی ہیں کہ تا معترض پٹیالوی اور اس کے ہمنوا علماء کو دم مارنے کی گنجائش نہ رہے۔

افسوس پر افسوس تو اس بات کا ہے کہ اگر یہ لوگ اس قدر عربی استعداد نہ رکھتے تھے تو خیر لیکن یہ کیا غضب ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہ ایک بلکہ دو جگہ اس امر کی تصریح فرمادیں کہ :-

(۱) "ضمیر ھُوَ اس تاویل سے واحد ہے کہ اس کا مرجع مخلوق ہے" (سراج منیر صلا حاشیہ)

(۲) ھُوَ کا ضمیر واحد بتاویل مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے" (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۴۹۶)

مگر یہ "محقق" اور "صداقت شعار" اپنی ہی رٹ لگاتے جائیں ؎

افسوس کہ عالمانِ ایں دہر
کردند شعارِ خود دغا را

اگر کسی کو اِخْتَرْتُكَ لِنَفْسِيْ پر اعتراض ہو تو اُسے یہ آیات پڑھنی چاہئیں

حضرت مریمؑ سے کہا۔ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ (آل عمران عٓ) حضرت موسٰیؑ سے فرمایا۔ وَاصْطَنَعْتُکَ لِنَفْسِیْ (طٰہٰ عٓ) یعنی اے مریم تیرے خدا نے تجھے سب جہان کی عورتوں سے چن لیا ہے۔ اے موسٰی میں نے تجھے اپنے نفس کے لئے بنایا اور برگزیدہ کیا ہے۔ وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ (القصص عٓ) عام قانون ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے مختار بناتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے لئے ایسے الفاظ استعمال فرمایا کرتا ہے۔ اس کو خلافِ شریعت کہنا درحقیقت لفظِ شریعت کو اُلٹی چھری سے ذبح کرنا ہے۔

(۵) اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْمُ اَیْنَمَا قُمْتَ

اس نمبر میں معترض نے الہام اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْمُ اَیْنَمَا قُمْتَ (ضمیمہ انجام آتھم صٓ) پر بایں الفاظ اعتراض کیا ہے:۔

"کیا خداوند کریم کو مرزا صاحب نے کوئی باولا اردلی مقرر کر رکھا ہے جو ہر وقت ان کے پیچھے پیچھے ہی پھرتا رہتا ہے۔" (عشرہ صٓ)

الجواب:۔ الفاظ کی متانت و شرافت کو نظر انداز کرنے کے علاوہ معترض نے صریح طور پر خیانت سے کام لیا ہے۔ کیونکہ جس کتاب اور جس صفحہ سے الہام نقل کیا ہے وہاں پر اس کا صاف مفہوم بھی لکھا ہے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں:۔

"یعنی خدا تیرے ساتھ ہے۔ خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔ یہ حمایتِ الٰہی کے لئے ایک استعارہ ہے۔" (ضمیمہ انجام آتھم صٓ)

اللہ تعالیٰ ہر جگہ قائم ہے کیونکہ وہ القیّوم ہے۔ مگر اس کی نصرت کو بھی قیام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ خود حضرتؑ نے تحریر فرما دیا ہے۔ اگر ہم دونوں فریق آسمان اور زمین کے نہ رونے کو فرعونیوں کی ہستی کے حقیر ہونے کے لئے استعارہ مان سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ خدا کے کھڑا ہونے کو اس کی حمایت کے لئے استعارہ نہ مان سکیں؟

قادیانیت کراہ: خدا کے پاکباز بندوں کی مخالفت سے روحانی علم سلب ہو جاتا ہے اور انسان بہکی بہکی باتیں کرنے لگتا ہے۔ بالخصوص قرآن مجید کے علم کا تو ان کے پاس ذرہ باقی نہیں رہتا کیونکہ اس کے لئے گروہ مطہّرین ہی مخصوص ہے۔ معترض پٹیالوی نے اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْمُ اَیْنَمَا قُمْتَ پر تمسخر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ

کو "باولا اور ولی" قرار دیا (العیاذ باللہ) لیکن اسے اور اس کے "فخر المحدثین" وغیرہ کو خدا تعالیٰ کے اس کلام کا علم نہیں جس میں اُس نے فرمایا ہے اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ۔ الآیۃ (الرعد ع) یا فرمایا ہے قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران ع) یعنی فرمایا کہ اللہ ہی ہر نفس پر اس کے اعمال کے حساب کے لیے کھڑا ہے' وہ عدل کو قائم کئے ہوئے ہے"۔ اب اس جگہ اللہ تعالیٰ نے بتوں کی تردید میں اپنا قائم ہونا اور ہر انسان کے ہر کام پر قائم و نگران ہونا بطور دلیل توحید پیش فرمایا ہے۔ کیا مکذب اس آیت پر بھی تمسخر اُڑائے گا؟ اگر اس آیت میں کھڑا ہونے والا سے مراد نگران اور محافظ ہے تو پھر حضرت کے الہام میں "کھڑا ہوگا" سے "نصرت و حفاظت کرے گا" کیوں مراد نہ لیے جائیں؟ یاد رکھو سہ

ہے سر راہ پر کھڑا نیکوں کے وہ مولا کریم
نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے

(حضرت مسیح موعودؑ)

(۶) کُلٌّ لَکَ وَ لِاَمْرِکَ وغیرہ

اس نمبر میں معترض نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل الہام لکھے ہیں:۔

کل لک و لامرک (بدر ۲؍مارچ ۱۹۰۶ء) ارید ما تریدون۔
انما امرک اذا اردت شیئًا ان تقول له کن فیکون۔

(حقیقۃ الوحی ص۱۰۰)

اور پھر بایں الفاظ اعتراض کیا ہے:۔

"کیا خداوند کریم مرزا صاحب کی دانست میں ضعیف العمر ہو گئے ہیں جو سب کچھ مرزا صاحب کے حکم و ارادہ کے ماتحت کر دیا ہے۔" (عشرہ ص۴۲)

الجواب۔ الہامات میں سے تو کسی کا بھی وہ مطلب نہیں جو معترض نے اپنی سوءِ فہمی سے سمجھا ہے۔ یہ محض بہتان اور اتہام ہے۔ حضرت مرزا صاحبؑ کا اللہ تعالیٰ کے متعلق کیا اعتقاد تھا؟ پڑھ لیجئے۔ فرماتے ہیں:۔

(الف) "ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی

ابدی اور غیر متغیر ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا، نہ اس کا کوئی بیٹا، وہ دُکھ اُٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے۔ وہ ایسا ہے کہ باوجود دُور ہونے کے وہ نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے کے دُور ہے۔"

(کشتی نوح ص۱۰)

(ب) "اے سُننے والو سُنو! ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا۔ اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا۔ اور اب بھی وہ سُنتا ہے جیسا کہ پہلے سُنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سُنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سُنتا ہے اور بولتا بھی ہے۔ اسکی تمام صفات ازلی ابدی ہیں، کوئی صفت بھی معطّل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔"

(الوصیت ص۱۰)

(ج) پھر فرماتے ہیں ؎

وَحِیْدٌ فَرِیْدٌ لَاشَرِیْکَ لِذَاتِہٖ — قَوِیٌّ عَلِیٌّ مُسْتَعَانٌ مُقَدِّرٌ
وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَا کُفُوَ لَہٗ — وَحِیْدٌ فَرِیْدٌ مَادَنَاہُ التَّکَثُّرُ

(کرامات الصادقین ص۳۰)

اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرکے فرمایا ؎

بادشاہی ہے تری ارض و سما دونوں میں
حکم چلتا ہے ہر اک ذرّہ پہ ہر آں تیرا

(درِّ ثمین اردو)

حضرت اقدس ؑ کے یہ اقتباسات محتاج تشریح نہیں۔ اب ہم پیش کردہ ہر ایک الہام پر علیحدہ علیحدہ وضاحت تحریر کرتے ہیں۔

الہام اوّل کی حقیقت

معترض نے خیال کیا ہے کہ "کُلّ لک ولامرك" کے مخاطب حضرت مرزا صاحب ہیں تو گویا سب کچھ ان کے حکم کے ماتحت ہوگیا۔ حالانکہ یہ سراسر غلط فہمی یا مغالطہ دہی ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ کوئی نادان آیت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کو جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے ان معنوں میں سمجھ لے کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم تیری عبادت

کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ اس کا یہی جواب ہے کہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی زبان سے کہلوائے ہیں اور اس سے پہلے قُلْ (تو کہہ) محذوف ہے جیساکہ دوسری آیات اور قرآن سے ثابت ہے۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحبؑ کے الہام میں بھی خدا تعالیٰ مخاطب ہے اور وہاں پر بھی قُلْ محذوف ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ حضورؑ کے الہامات میں بالتصریح مذکور ہے :-

(۱) "لِلّٰہِ الامرُ مِن قبل و مِن بعد کہ تمام حکم اوّل اور آخر خدا ہی کا ہے۔" (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۳۲)

(۲) "قل انّ الامر کُلّہٗ للّٰہ" کہ اعلان کردو کہ تمام امر خدا ہی کے اختیار میں ہے۔" (جنگ مقدس صفحہ ۱۲۴)

(۳) "ربّ کلّ شیٔ خادمک ربّ فاحفظنی وانصرنی وارحمنی" اے میرے رب ہر چیز تیری ہی خدمتگار ہے تو میری حفاظت اور نصرت کر اور مجھ پر رحم فرما۔" (البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۷۵)

(۴) "اِنّی اَنَا الرحمٰن سَاَجْعَلُ لکَ سھُولۃ فی کلّ امرٍ" میں رحمٰن ہوں ہر ایک امر میں تجھے سہولت دونگا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۵)

اِس قدر محکم اور واضح نصوص کی موجودگی میں کلّ "لک" کا مخاطب حضرت مرزا صاحبؑ کو قرار دینا اور اس سے شرک کا اثبات کرنا دیانتداری کے سراسر خلاف ہے۔

الہام دوم کی حقیقت

اس اعتراض میں دوسرا الہام اُرِیدُ مَا تُرِیدُوْن ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو تمہارے ارادے اور مقاصد ہیں میں بھی وہ چاہتا ہوں۔ یعنی اُن کو پورا کروں گا۔ جیساکہ ایک دوسرے الہام میں اس کی تشریح موجود ہے۔ فرمایا :-

"خدا تیرے سب کام درست کر دے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۳)

ہاں اگر کسی کو اس جگہ یہ وہم پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ میں (نعوذ باللہ) حضرت مرزا صاحبؑ کے تابع ہے تو اس کے لئے حسب ذیل عبارات و الہامات کافی ہیں۔ حضرتؑ فرماتے ہیں :-

(۱) "یقیناً یاد رکھو کہ خدا کے ارادہ کو روکنے والا کوئی نہیں۔" (کشتی نوح ص۳)

(۲) "خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔" (کشتی نوح ص۳)

پھر آپؑ کے الہامات میں ہے "اللّٰہ غالبٌ علیٰ کلّ شیءٍ۔ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ" (البشریٰ جلد ۲ ص۱۰۲) کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے۔ اور وہ جو ارادہ کرتا ہے اس کو پورا کرتا ہے۔ یعنی کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔

غرض الہام اُرِیْدُ مَا تُرِیْدُوْنَ میں بھی ہرگز ہرگز شرع اسلامی کی مخالفت کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا۔

اگر ذرا غور کیا جائے تو دراصل یہ وہی مقام ہے جہاں جاکر اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے کہدیتا ہے کہ اب تُو جو چاہے کر۔ کیونکہ اس حالت میں اس کا اپنا ارادہ اور مشیت باقی ہی نہیں رہتی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں محض ایک آلہ بن جاتا ہے۔ اس کا نطق اللہ کے حکم سے ہوتا ہے (وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی) اور اس کی حرکت اور اس کا سکون "امر ربّی" کے ماتحت ہوتا ہے۔ ایسے وقت پر خدا فرماتا ہے اب چونکہ تُو ماسوی اللہ سے پورے طور پر کنارہ کش ہو گیا ہے اسلئے اب تیرا ارادہ میرا ارادہ ہے۔ چنانچہ اہل بدر کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ (مسلم باب فضائل اہل بدر جلد ۲ ص۳۵۹) کہ اب جو چاہو عمل کرو یعنی اب تمہارا عمل یقیناً یقیناً اللہ تعالیٰ کے ماتحت ہی ہوگا تم کسی بدی کا ارتکاب نہیں کروگے۔ شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:۔

"مَا اَتیٰ مُحَرَّماً مَنْ ھٰذِہٖ صِفَتُہٗ فَاِنَّہٗ مِمَّنْ قِیْلَ لَہٗ اِعْمَلْ مَا شِئْتَ فَمَا عَمِلَ اِلَّا مَا اُبِیْحَ لَہٗ عَمَلُہٗ۔ کہ اس مرتبہ کا انسان کوئی بدی نہیں کرتا بلکہ وہی عمل کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جائز قرار دیا ہو"

(فتوحات مکیہ جلد ۲ ص۳)

قرآن مجید میں خضر کا واقعہ سب کو معلوم ہے کشتی کو عیب دار بنانے کے فعل کو "فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَھَا" کے لفظ سے بیان کیا اور قتل غلام پر "فَاَرَدْنَا اَنْ یُّبْدِلَھُمَا رَبُّھُمَا" فرمایا۔ لیکن دیوار کے بنانے پر "فَاَرَادَ رَبُّکَ" ارشاد ہوا یعنی کشتی کے متعلق فعل کو اپنے ارادہ سے منسوب کیا ہے اور قتل غلام پر "ہمارا ارادہ ہوا" فرماتے

ہیں اور دیوار کے متعلق فعل کو محض ارادۂ الٰہی کہتے ہیں۔ مگر آخر کار فرماتے ہیں وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ کہ میں نے یہ سب اپنے ارادہ سے نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی کیا ہے۔ اس تمام تفصیل میں بتایا گیا کہ اس وقت خضرؑ کا ارادہ اپنا ارادہ نہ تھا بلکہ ذاتِ باری کا ہی ارادہ تھا۔ گویا وہ اس وقت مقام "ارید ما تریدون" پر تھے بخاری شریف میں حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ سَأَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ یَکْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَکْرَهُ مُسَاءَتَهٗ (بخاری کتاب الرقاق باب التواضع)

کہ میرا مقرب بندہ جب مجھ سے مانگتا ہے میں اُسے ضرور دیتا ہوں میں اُسے ضرور دیتا ہوں اور جب وہ کسی شر سے پناہ مانگتا ہے تو میں اُسے پناہ دیتا ہوں اور مجھے کبھی کسی کام کے متعلق اتنا تردّد نہیں ہوا جتنا کہ مومن کی جان کے متعلق ہوتا ہے کیونکہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں بھی اس کو دُکھ پہنچانے کو بُرا سمجھتا ہوں"

یہ حدیث اپنے بیان میں نہایت بیّن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں مومن کے مرِ ارادہ سے موافقت کرتا ہوں حتّٰی کہ اگر مصلحتِ الٰہی اور قانونِ قدرت کے ماتحت اسکو موت سے مستثنٰی کیا جانا مناسب ہوتا تو میں اسے موت ہی نہ دیتا۔ گویا اللہ تعالیٰ کو مومن کی موت کے وقت "تردّد" ہوتا ہے۔ غرض یہ وہی مقام ہے جو ارید ما تریدون کا مقام ہے افسوس کہ تعصب کے ماتحت معترض پٹیالوی اس الہام کو شریعت کے خلاف کہتا ہے حالانکہ یہ عین شریعت ہے سے

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب
ورنہ قبلہ تھا ترا رُخ کافر و دیندار کا

الہام سوم کی حقیقت

معترض پٹیالوی نے الہام "اِنَّمَا اَمْرُکَ اِذَا اَرَدْتَ الخ" کو بھی حضرت مرزا صاحبؑ کے لئے قرار دیکر دھوکہ دیا ہے حالانکہ اس الہام میں بھی مخاطب اللہ تعالیٰ ہے اور قُل محذوف ہے حقیقۃ الوحی سے یہ الہام نقل کیا ہے سو وہاں یہ سیاق و سباق سمیت مسلسل الہامات یوں ہیں:۔

"اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ۔ ضاقت الارض بما رحبت، ربّ اِنّی مَغلُوبٌ فانتصر، فسحّقھم تسحیقاً، زندگی کے فیشن سے دُور جا پڑے۔ اِنّما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہٗ کُن فیکون۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۴-۱۰۵)

اب ایک ادنیٰ تدبّر سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ اِس جگہ فقرہ "اِنّمَا اَمرُکَ" میں مخاطب ذاتِ باری ہی ہے نہ حضرت مرزا صاحبؑ۔ جیسا کہ سورۃ فاتحہ کی آیت اِیَّاکَ نَعبُدُ میں مخاطب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ حالانکہ یہ خود اللہ تعالیٰ کا کلام ہے یعنی بندوں کی زبان سے ادا کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضورؑ نے اِن الہامات کا نیچے حسب ذیل ترجمہ درج فرمایا ہے :۔

"اے ازلی ابدی خدا میری مدد کے لئے آ۔ زمین باوجود فراخی کے مجھ پر تنگ ہو گئی ہے۔ اے میرے خدا میں مغلوب ہوں میرا انتقام دشمنوں سے لے پس ان کو پیس ڈال کہ وہ زندگی کی وضع سے دُور جا پڑے ہیں۔ تُو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۴-۱۰۵)

اگر معترض کے لئے عربی الفاظ میں التباس تھا تو اس کا ترجمہ بھی موجود تھا اس پر تدبّر سے بات واضح ہو سکتی تھی۔ مگر یہ کام تو وہ کرے جسے تحقیق منظور ہو۔ پھر دیکھئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنّما امرنا اذا اردنا شیئاً اَن نقول لہ کن فیکون (تریاق القلوب صفحہ ۹۱) کہ ہماری ہی یہ شان ہے کہ جب ہم کوئی ارادہ کریں اور کہیں کہ ہو جا تو فی الفور ہو جاوے۔" اِس الہام سے بھی قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے کہ متنازعہ فیہ الہام میں بھی ذاتِ باری ہی مخاطب ہے۔

حضرت مرزا صاحبؑ کا اِس بارہ میں کیا مذہب تھا یعنی آپ اختیارات کن فیکون کس کے لئے مانتے تھے؟ سُنو فرماتے ہیں :۔

"نہ ایک دفعہ بلکہ بیسیوں دفعہ میں نے خدا کی بادشاہت کو زمین پر دیکھا اور مجھے خدا کی اِس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ لَہٗ مُلکُ السّمٰوٰتِ والارض یعنی زمین پر بھی خدا کی بادشاہت ہے اور آسمان پر بھی اور پھر اِس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ اِنّما امرہٗ اذا اراد شیئاً ان یقول لہٗ کن فیکون

یعنی تمام زمین و آسمان اس کی اطاعت کر رہی ہے جب ایک
کام کو چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا تو فی الفور وہ کام ہو جاتا
ہے۔" (کشتی نوح ص۳۵)

ہم نے اوپر حقیقۃ الوحی سے مسلسل الہامات درج کئے ہیں ان سے جہاں یہ ظاہر ہے
کہ "انما امرک" میں اللہ تعالیٰ ہی مخاطب ہے وہاں یہ "انی مغلوب فانتصر"
وغیرہ سے یہ بھی عیاں ہے کہ آپ اپنی مغلوبیت اور کمزوری کو پیش کر کے اللہ تعالیٰ
سے ہی نصرت چاہتے ہیں۔ یعنی تصرفات کلیۃً اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں وھو المراد۔
بالآخر ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا ہی ضدی ہے کہ ان تمام
تشریحات کے باوجود بھی اصرار کرتا ہے کہ "انما امرک" والے الہام میں حضرت
مرزا صاحبؑ کو اللہ تعالیٰ نے مجازاً اختیارات کن فیکون دیئے ہیں تو اسے یاد رہے
کہ پھر بھی تم اس کو خلافِ شریعت نہیں کہہ سکتے کیونکہ امتِ مسلمہ کے بہت بڑے بزرگ
اور اسرارِ شریعت کے واقف حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیاء اور اولیاء کو مجازاً اختیارات کن فیکون
دیئے ہیں اور ہر مطیع بندہ کو وہ اب بھی دیتا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق صاحب محدث
دہلوی فارسی ترجمہ میں لکھتے ہیں:-

"اے فرزندِ آدم منم خدا، نیست ہیچ خدائے مگر من، میگویم مر چیزے
راکہ میخواہم کہ پیدا کنم آنرا پیدا شو، پس پیدا مے شود آں چیز۔ فرمانبرداری
کن مرا تا بگردانم ترا بایں صفت کہ بگوئی مر چیزے را شو پس مے شود
آں چیز، زیرا کہ تو چوں اطاعت من کنی و تمام تابع امر و نہی شوی،
و فانی شوی از خود، و باقی گردی بہ من، ظاہر گردد انوارِ قدرت من در
تو، و پیدا گردد آثارِ آں از تو۔" (فتوح الغیب مقالہ ۱۶ ص۸)

اب اگر حضرت مرزا صاحبؑ کی مخالفت ہی منظور ہے تو آؤ حضرت سید عبدالقادر
صاحب جیلانی رضی اللہ عنہ پر بھی فتویٰ لگاؤ۔ ورنہ صاف ظاہر ہے کہ تمہارا اعتراض
باطل ہے اور حضرت مرزا صاحب کا وہی مسلک ہے جو پہلے اولیاء اور صلحاء کا تھا
اور تم وہ راستہ اختیار کر رہے ہو جو پہلے مکذبین اور حق سے بیگانہ لوگ اختیار

کرتے رہے۔ نعم ما قال السید المسیح الموعود علیہ السلام سے

میری نسبت جو کہیں کیں سے وہ سب پڑا آتا ہے
چھوڑ دیں گے کیا وہ سب کو کفر کرکے اختیار

(۷) اَنتَ مِنّی وَ اَنَا مِنکَ

ساتویں نمبر پر مصنف عشرہ نے پھر الہام انت منی و انا منک کو پیش کیا ہے۔

چونکہ ہم اس الہام پر فصل دوم میں مفصل بحث کر چکے ہیں اس لیئے اس جگہ دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۸) انت مِنّی بمنزلۃ توحیدی

اس نمبر میں معترض نے دو الہام پیش کئے ہیں:۔

"انت منّی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی" اور "انت منی بمنزلۃ بروزی"

اور پھر لکھا ہے:۔

"جب اللہ تعالیٰ بے مثل و بے مانند ہے تو اس کی توحید و تفرید بھی بے مثل ہے۔ لیکن جب مرزا صاحب اللہ کی توحید و تفرید کی مانند ٹھہرے تو توحید و تفرید کہاں رہی۔ کیا مرزا جی بعینہٖ خدا تھے جبکہ الہام میں ان کا ظہور (غالباً ظہورک ظہوری کی طرف اشارہ ہے۔ ناقل) بعینہٖ خدا کا ظہور بتلایا گیا ہے۔" (عشرہ ص۴۲)

الجواب ۱۔ حضرت مرزا صاحب نے اس الہام کے معنے حسب ذیل کئے ہیں:۔

(الف) "تو مجھ سے ایسا قرب رکھتا ہے اور ایسا ہی مَیں تجھے چاہتا ہوں جیسا کہ اپنی توحید اور تفرید کو۔ سو جیسا کہ مَیں اپنی توحید کی شہرت چاہتا ہوں ایسا ہی تجھے دنیا میں مشہور کروں گا۔ اور ہر ایک جگہ جو میرا نام جائے گا تیرا نام بھی ساتھ ہوگا۔" (اربعین نمبر ۳ ص۲۵)

(ب) "اس کے معنے جو ہمارے خیال میں آتے ہیں یہ ہیں کہ ایسا شخص بمنزلہ توحید ہی ہوتا ہے جو ایسے وقت میں مامور ہو کر جب دنیا میں توحید الٰہی کی ہتک کی گئی ہو۔ ..... ایسے وقت میں آنیوالا توحید مجسّم ہوتا ہے۔ ہر شخص اپنا ایک مقصد اور غایت مقرر کرتا ہے مگر اس شخص کا مقصود و مطلوب اللہ تعالیٰ کی توحید ہی

ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اپنے طبعی جذبات اور مقاصد سے بھی مقدم کر لیتا ہے۔" (تقریر مندرجہ الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۲ء)

اِن دونوں حوالوں سے ظاہر ہے کہ الہام اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ تَوْحِیْدِیْ وَ تَفْرِیْدِیْ کا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تیرے نام کو شہرت دوں گا اور جہاں جہاں توحید کا ذکر ہوگا تیرا نام بھی ساتھ جائے گا کیونکہ تیرا مقصد و مدعا بھی یہی ہے کہ دنیا میں توحید پھیلے۔ اِس صاف مطلب کے ہوتے ہوئے نہ معلوم معترض نے کیوں اعتراض کر دیا ہے۔

الجواب ۲: بے شک اللہ تعالیٰ کی توحید و تفرید بے مثل ہے کوئی اس کی صفات اور ذات کی طرح واحد و فرد و یگانہ نہیں کیونکہ خدا خود بے مثل ہے لیکن اگر کسی شخص کو کسی وجہ سے بمنزلہ توحید کہہ دیا جاوے تو توحید کے بے مثل ہونے پر کوئی حرف نہیں آتا۔ دیکھئے! اللہ تعالیٰ بے مثل ہے۔ اس کا نور بھی بے مثل ہے لیکن قرآن پاک فرماتا ہے مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ۔ الآیة (نور ع) کہ اس کے نور کی مثل ایک مشکوٰۃ (طاقچہ) کی طرح ہے جس میں روشن چراغ ہو۔ تو کیا اب چونکہ خدا کے نور کی مثل بیان ہو گئی لہٰذا اس کا نور بے مثل و بے مانند نہ رہا؟ نہیں نہیں نور بے مانند ہے۔ ہاں اس کا نور اپنے اثرات میں مشکوٰۃ سے معمولی سی مشابہت رکھتا ہے۔ اِسی طرح توحید فرد و بے مانند ہے مگر حضرت مرزا صاحبؑ بوجہ رسالتِ حقہ خدا کی بارگاہ میں توحید ہی کی طرح پیارے ہیں کیونکہ وہ اس زمانہ میں توحید کی صدا بلند کرنے میں یگانہ تھے۔ اِسی نکتہ کو نہ سمجھنے کے باعث برہمو سماجی اور آریہ وغیرہ رسولوں کی ضرورت کے منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کیا خدا کی توحید بجز اقرارِ رسالت محمدی ناقص ہے؟ اِس کا یہی جواب ہے کہ اس وقت کے عالمگیر رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا توحید کی طرح ضروری ہے گویا وہ بمنزلہ توحید ہیں۔ اور اُن پر ایمان لائے بغیر حقیقی توحید پر ایمان لانا ممکن ہی نہیں۔ اور ہر زمانہ میں ہر نبی بمنزلہ توحید ہوتا ہے۔ یہی راز ہے کہ اس کا ماننا ضروری ہوتا ہے ورنہ ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ پس "بمنزلۃ توحیدی" کے الفاظ اسی مفہوم کو ادا کر رہے ہیں کہ موجودہ وقت میں حضرت مرزا صاحبؑ کا ماننا ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ توحید کا اقرار۔ یا بالفاظِ دیگر آج حقیقی اور کامل توحید آپؑ پر ایمان لانے سے

ہی حاصل ہوتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا لطیف پیرایہ میں اس مفہوم کو ادا فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (مسلم جلد ا صلا کتاب الایمان) کہ جو مرتے وقت لا الٰہ اِلّا اللہ کا علم رکھتا ہو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ مگر دوسری احادیث بلکہ آیات قرآنی میں دیگر ایمانیات کی بھی تصریح کر دی ہے۔ گویا یہ بتایا کہ توحید بجز ان باتوں پر ایمان لانے کے ناقص ہے۔ اور یہ باتیں بلحاظ ایمان مقصود بالذات نہیں بلکہ توحید کو مکمل کرنے والی ہیں اسلئے یہ بمنزلہ توحید ہی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ گویا آنحضرتؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ کیا یہ مقام "بمنزلۃ توحیدی" سے بلند مقام نہیں؟ پھر آیت اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران ع۴) بھی مقامِ محمدی کی رفعتِ شان پر گواہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب خدا نے چاہا کہ تا قیامت لا الٰہ اِلّا اللہ کے ساتھ فقرہ محمد رسول اللہ بھی پڑھا جائے اور توحید کامل کے لئے رسالتِ محمدی کا اقرار از بس ضروری ہے۔ چونکہ حضرت مرزا صاحبؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظلّ ہیں اسلئے آپ کا ماننا بھی ضروری ہے۔ اور جو شخص آپؑ کو رد کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ اور سیّد الانبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رد کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے فرمایا:-

"جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ میری نسبت خدا اور رسولؐ کی پیشگوئی موجود ہے۔" (حقیقۃ الوحی صہ ۱۶۳)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فقرہ "بمنزلۃ توحیدی" حضرت مرزا صاحبؑ کی رسالت پر گواہ ہے اور اس میں یہ بتلانا مدّ نظر ہے کہ آپ پر ایمان لانا ضروری ہے۔

الجواب ۳۔ حضرت مرزا صاحبؑ نے توحید الٰہی کے متعلق حسب ذیل تعلیم دی ہے جس سے ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک "بمنزلۃ توحیدی" کا کیا مطلب ہے۔ فرماتے ہیں:-

(۱) "تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ

ہے اور اس کی توحید دنیا پر پھیلانے کے لیئے اپنی تمام طاقت سے کام کرو۔" (کشتی نوح صا۱)

(۲) "خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو۔" (الوصیت صہ۹)

(۳) "نجات دو امور پر موقوف ہے۔ ایک یہ کہ کامل یقین کے ساتھ خدا تعالیٰ کی ہستی اور وحدانیت پر ایمان لاوے۔ دوسرے یہ کہ ایسی کامل محبت حضرت احدیت جلشانہٗ کی اس کے دل میں جاگزین ہو کہ جس کے استیلا اور غلبہ کا یہ نتیجہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت عین اس کی راحت جان ہو جس کے بغیر وہ جی ہی نہ سکے۔ اور اس کی محبت تمام اغیار کی محبتوں کو پامال اور معدوم کر دے یہی توحید حقیقی ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صہ۱۱۶)

(۴) "خدا نے چودھویں صدی کے سر پر اپنے ایک بندہ کو، جو یہی لکھنے والا ہے بھیجا۔ تا اس نبی (حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم) کی سچائی اور عظمت کی گواہی دے اور خدا کی توحید اور تقدیس کو دنیا میں پھیلائے۔"

(نسیم دعوت صہ۴)

ان اقتباسات سے عیاں ہے کہ حضور ؑ کا مقصد اور مشن توحید الٰہی کی اشاعت ہی تھا اور یہی آپ ؑ نے جماعت احمدیہ کو تلقین فرمائی چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جماعت احمدیہ ان تمام الزامات سے براءت کا اعلان کرتی ہے جو اسکے مخالف محض جہّال کو متنفر کرنے کے لیئے کرتے ہیں۔ مثلاً خدائی کا دعویٰ، خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ، خدا کے برابر یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضلیت کا ادعا وغیرہ وغیرہ تمام اتہامات ہیں جو مخالف حضرت مسیح موعود ؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مخالفین کا یہ رویہ اس بات کا زبردست ثبوت ہے کہ جماعت احمدیہ کے اصل مسلّمات پر ان کو اعتراض کی تاب نہیں۔ تب ہی تو اپنے پاس سے ایک خیال گھڑ کر اس پر اعتراض کر دیتے ہیں۔ بہرحال "انت منی بمنزلۃ توحیدی" کی حقیقت ظاہر ہے۔

باقی یہ کہ حضرت مرزا صاحب ؑ کا ظہور خدا کا ظہور ہے۔ یہ ایک لطیف استعارہ

ہے جیسا کہ کائناتِ عالم کو خالقیت کا مظہر کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (مسلم ابواب البرّ جلد ۲ صفحہ ۳۲۹) کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ چونکہ ہر نبی "خلیفۃ اللّٰہ" (خدا کا نائب) ہوتا ہے اسلیئے اس کا ظہور خدا تعالیٰ کا ظہور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نبی کے ذریعے اپنی صفات کی جلوہ گری فرماتا ہے۔ چنانچہ سورۃ الجمعہ کے اوائل میں یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ چار صفات ذکر فرمائیں اور پھر ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ الخ آیات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور کارناموں کو ان صفات کے اثبات کے لیئے بطور دلیل پیش فرمایا۔ اسی نہج پر تورات میں اور انجیل میں (استثنار ۳۳ وغیرہ میں) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کو اللہ تعالیٰ کی آمد قرار دیا گیا ہے۔ درحقیقت نبی تاریکی کے زمانہ میں آتا ہے جب دنیا اللہ تعالیٰ سے بیگانہ ہو جاتی ہے ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (روم ع ۵) کا دور ہوتا ہے۔ گویا خدا اس وقت دنیا سے غائب ہو جاتا ہے۔ نبی ایک نور لاتا ہے اور خدا کی ذات سے دنیا کو واصل بناتا ہے۔ اسے دوسرے لفظوں میں خدا کا ظہور کہتے ہیں۔ اِسی کی طرف حضرت ابن عباسؓ کی اس صحیح تفسیر میں اشارہ ہے۔ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ خَلْقًا (موضوعات کبیر صفحہ ۶۶) کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ شناخت کیا جاؤں سو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ پس ظھورك ظھوری والا الہام بھی چشم بصیرت کے لیئے ہرگز قابل اعتراض نہیں۔

متفرق الہامات

اس نمبر کے بعد معترض پٹیالوی نے متفرق طور پر چند الہامات پیش کر کے بدترین تعصّب کے ثبوت میں مزید اضافہ کیا ہے۔ ہم نے چونکہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ ہم معترض کی ہر ایک بات کا جواب دیں گے اسلیئے ان تمام الہامات کے متعلق بھی مختصراً جواب عرض ہیں۔

پہلا الہام:۔ "سِرُّكَ سِرِّی" یعنی اے مرزا (علیہ السلام۔ ناقل) تیرا بھید میرا بھید ہے۔" (عشرہ صفحہ ۴۵)

نہ معلوم اس میں کیا اعتراض ہے؟ کیا خدا تعالیٰ کا تعلق ہر ایک بندے سے

علیحدہ علیحدہ نہیں اور کیا اللہ تعالیٰ انسان کے بھیدوں کو نہیں جانتا اور پھر انکو دوسرں سے مخفی نہیں رکھتا؟ معترض کو صرف اعتراض کرنے سے مطلب ہے لیجئے صاحب ایک دوسرے "صاحب السر" بزرگ کی شہادت سُن لیجئے جو ہمارے اور آپ کے نزدیک مسلم ولی اللہ ہیں حضرت سید عبد القادر صاحب جیلانیؒ تحریر فرماتے ہیں :-

"مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ رُسُلِهٖ وَاَنْبِيَاءِهٖ وَاَوْلِيَاءِهٖ سِرٌّ مِنْ حَيْثُ لَا يَطَّلِعُ عَلٰى ذَالِكَ اَحَدٌ غَيْرُهٗ حَتّٰى اَنَّهٗ قَدْ يَكُوْنُ لِلْمُرِيْدِ سِرٌّ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ شَيْخُهٗ" الخ (فتوح الغیب مقالہ ۱۳)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ہر رسول، نبی اور اپنے ولی کے ساتھ ایک بھید اور راز ہوتا ہے ایسا کہ دوسرے کسی کو اس پر اطلاع نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ مرید کا اللہ تعالیٰ سے ایک بھید ہوتا ہے اور اس کے شیخ کو اس پر آگاہی نہیں ہوتی۔"

اس جگہ ہم اپنے معترضین سے با دب عرض کریں گے کہ جب وہ اس الٰہی کوچہ سے آشنائی نہیں رکھتے تو اس میں خواہ مخواہ دخل دیکر ذلت کیوں اُٹھا رہے ہیں؟ ان کے لئے کنز، قدوری کے مسائل استنجاء وغیرہ بحث کے لئے کافی ہیں۔ عشقِ ربانی کا میدان کسی اور کا ہے۔ پس بقول حضرت ؎

علم و حکمت کا جنہیں شوق ہو آئیں نہ ادھر
کچھ نہیں فلسفۂ عشق میں حیرت کے سوا

دوسرا الہام۔ ظہورک ظہوری پیش کیا ہے جس کا جواب اُوپر آچکا ہے۔

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ پر اعتراض کا جواب

تیسرا الہام "لولاک لما خلقت الافلاک" اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔" (عشرہ صفحہ ۹۹) پیش کیا ہے۔

الجواب الاوّل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس الہام کی تشریح خود حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۹ پر فرما دی ہے اور بتلا دیا ہے کہ اس جگہ "آسمانوں" سے کیا مراد ہے۔ فرماتے ہیں :-

---

۱؎ اس سے ان مسائل کی توہین مقصود نہیں بلکہ نری ظاہریت کے لیے ایک تمثیل ہے۔ مؤلف

"ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت رُوحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے یعنی ملائک کو اس کے مقاصد کی خدمت میں لگایا جاتا ہے اور زمین پر مستعد طبیعتیں پیدا کی جاتی ہیں۔ پس یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۹۹)

گویا آسمان و زمین جو حضرت مرزا صاحب کی خاطر بنائے گئے وہ روحانی آسمان و زمین ہیں جو حضورؑ کے آنے سے تیار ہوئے۔ پھر دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"نئی زمین وہ پاک دل ہیں جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے ..... اور نیا آسمان وہ نشان ہیں۔ جو اُس کے بندے کے ہاتھ سے اُسی کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہیں۔" (کشتی نوح ص۶)

پھر ایک تیسری جگہ فرمایا:۔

"ہر ایک رشید خدا کی آواز سُن لے گا اور اس کی طرف کھینچا جائیگا اور دیکھ لے گا کہ اب زمین اور آسمان دوسرے رنگ میں ہیں۔ نہ وہ زمین ہے اور نہ وہ آسمان۔ جیسا کہ مجھے پہلے اس سے ایک کشفی رنگ میں دکھلایا گیا تھا کہ مَیں نے ایک نئی زمین اور نیا آسمان بنایا ہے۔ ایسا ہی عنقریب ہونیوالا ہے۔ اور کشفی رنگ میں یہ بنانا میری طرف منسوب کیا گیا کیونکہ خدا نے مجھے اس زمانہ کے لیئے بھیجا ہے۔ لہٰذا اس نئے آسمان اور نئی زمین کا مَیں ہی موجب ہُوا۔ اور ایسے استعارات خدا کے کلام میں بہت ہیں۔"
(براہین احمدیہ حصّہ پنجم ص۳۰۲)

ان ہر سہ حوالجات سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ کے "آسمان و زمین" سے وہ رُوحانی آسمان و زمین مراد ہیں جو ہر مصلح عظیم الشان کے وقت میں پیدا ہوتے ہیں۔

الجواب الثانی۔ اگر یہ مفہوم تسلیم نہ کرو اور ظاہری آسمان و زمین پر ہی اصرار کرو تو بھی یاد رہے کہ فقرہ لولاک لما خلقتُ الافلاک در اصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہے اور سلسلۂ کائنات اس اتم وجود کی خاطر پیدا کیا گیا۔ باقی ہر نبی چونکہ آنحضرتؐ کے نور سے ہی حصّہ لے کر اور آپ کے ہی طفیل آتا رہا اس لیئے اپنے اپنے وقت میں وہ اس کا مصداق بنتا رہا۔ ہمارے حضرتؑ نے فرمایا ہے ؎

از طفیلِ اوست نورِ ہر نبی
نامِ ہر مرسل بنامِ او جلی

لیکن موجودہ وقت میں چونکہ حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروزِ اتم ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو فرمایا لولاک لما خلقت الافلاک۔ گویا دراصل مطلب یہ ہے کہ اگر دنیا سے آنحضرتؐ کا نور ہٹ جائے تو دنیا کے قائم رہنے کی کوئی صورت نہیں اور جو شخص اس نور کو لے کر قائم ہوتا ہے وہ گویا دنیا کا محافظ ہوتا ہے اسی لئے بزرگانِ سلف نے لکھا ہے :۔

(۱) حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اولیاء کی صفت میں فرمایا :۔

"ایشاں امانِ اہلِ ارض اند و غنیمت روزگار اند، بھم یمطرون و بھم یرزقون در شانِ شان است۔" (مکتوبات جلد ۲ مکتوب ۹۲)

یہ لوگ اہلِ زمین کی امان اور زمانہ کے لئے باعثِ غنیمت ہوتے ہیں۔ "انکے ذریعہ سے ہی بارشیں ہوتی اور ان کے ذریعہ ہی مخلوق کو رزق دیا جاتا ہے"۔ یہ ان کی شان میں وارد ہوا ہے :۔

(۲) حضرت مجدد صاحب کے صاحبزادہ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"معاملۂ انسانِ کامل تا بجائے میرسد کہ اورا قیوم جمیع اشیاء بحکم خلافت مے سازند و ہمہ را افاضۂ وجود و بقاء و سائر کمالاتِ ظاہری و باطنی بتوسط او مے رسانند...... ایں عارفے کہ بہ منصبِ قیومیتِ اشیاء مشرف گشتہ است، حکمِ وزیر دارد، کہ تمامتِ مخلوقات را باو مرجوع داشتہ اند، ہر چند انعامات از سلطان است اما وصولِ آں ہا مربوط بتوسط وزیر است۔" (مکتوبات حضرت مجدد صاحب جلد ۲ مکتوب ۷۲)

(۳) سید عبد القادر صاحب جیلانیؒ نے فرمایا ہے :۔

"بھم ثبات الارض والسماء و قرار الموتی والاحیاء اذ جعلھم ملیکھم اوتاداً للارض التی دحیٰ۔" (فتوح الغیب مقالہ ۱۲)

کہ زمین و آسمان کا قیام، مُردوں اور زندوں کا قرار ان کے ذریعہ سے ہے کیونکہ انکے مالک (اللہ تعالیٰ) نے انکو بچھی ہوئی زمین کے لئے بمنزلہ میخوں کے بنایا ہے۔"

خود سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی تحریر فرمایا ہے :۔

"تمام امور مقبولوں کے ہی اثرِ وجود سے ہوتے ہیں' اور ان کے انفاسِ پاک سے اور ان کی برکات سے یہ جہان آباد ہو رہا ہے' انہی کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں' اور انہی کی برکت سے دنیا میں امن رہتا ہے اور وبائیں دور ہوتی ہیں' اور فساد مٹائے جاتے ہیں' اور انہی کی برکت سے دنیا دار لوگ اپنی تدابیر میں کامیاب ہوتے ہیں' اور انہی کی برکت سے چاند نکلتا ہے' اور سورج چمکتا ہے۔ وہ دنیا کے نور ہیں' جب تک وہ اپنے وجود نوعی کے لحاظ سے دنیا میں ہیں دنیا منور ہے' اور ان کے وجود نوعی کے خاتمہ کے ساتھ ہی دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا' کیونکہ حقیقی آفتاب و ماہتاب دنیا کے وہی ہیں' بنی آدم کی مرادات بلکہ زندگی کا مدار وہی لوگ ہوتے ہیں۔ اور بنی آدم کیا ہر ایک مخلوق کے ثبات اور قیام کا مدار اور مناط وہی ہیں۔ اگر وہ نہ ہوں تو پھر دیکھو کہ بتوں سے کیا حاصل ہے اور تدبیروں سے کیا حاصل؟ یہ ایک نہایت باریک بھید ہے جس کے سمجھنے کے لئے صرف اسی دنیا کی عقل کافی نہیں بلکہ وہ نور درکار ہے جو عارفوں کو ملتا ہے۔" (آسمانی فیصلہ صفحہ ۱۹-۱ طبع سوم)

اس حقیقت کے پیشِ نظر جبکہ اس نوع کے ایک عظیم الشان فرد حضرت مرزا صاحب بھی ہیں تو ان کو اگر لولاك لما خلقت الافلاك کا الہام ہو گیا تو اس میں خلافِ شریعت کونسا امر ہے؟ ع

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

چوتھا الہام "جس سے تو راضی اُس سے خدا راضی۔ جس سے تو ناخوش اس سے خدا ناخوش۔"

معلوم نہیں کہ معترض کو اس میں کیا اعتراض نظر آتا ہے۔ کیا اولیاء اللہ کی شان کا بھی اسے علم نہیں۔ دیکھئے حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

"مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ لِلْحَرْبِ" (بخاری کتاب الرقاق باب التواضع)
جو شخص میرے ولی سے دشمنی کرے میں اس کو لڑائی کا چیلنج دیتا ہوں۔"

پھر ایک روایت میں آتا ہے کہ :-

عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰى فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ مَا وَجَبَتْ فَقَالَ هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ - متفق علیه -

(مشکوٰۃ مجتبائی کتاب الجنائز ص۱۴۵)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ صحابہؓ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا انہوں نے اس کی اچھی تعریف کی - رسول پاک نے فرمایا واجب ہو گئی - پھر ایک اور جنازہ گزرا صحابہؓ نے اس کی برائی بیان کی - آپؐ نے پھر فرمایا کہ واجب ہو گئی - حضرت عمرؓ نے عرض کی حضور کیا واجب ہو گئی ؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جس کی تم نے نیک تعریف کی اس کے لئے جنت واجب ہو گئی اور جس کی تم نے مذمت کی اس کے لئے آگ واجب ہو گئی کیونکہ تم زمین میں خدا کے گواہ ہو - بخاری اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے "

اندریں صورت حضرت مرزا صاحبؑ کے الہام کو خلاف شریعت کہنا شریعت سے پرلے درجہ کی جہالت کا ثبوت دیتا ہے -

پانچواں الہام " رَبِّ سَلِّطْنِيْ عَلَى النَّارِ - اے اللہ مجھے دوزخ کا اختیار دیدے "

الجواب - معترض نے اس جگہ دھوکہ دینے کے لئے النّار کے معنی آگ کی بجائے اگلے جہان کا دوزخ کر لیے ہیں - حالانکہ النّار کے معنے اس جگہ " آگ " کے ہیں اور آگ سے خدا کے عذاب طاعون وغیرہ مراد ہیں - چنانچہ اس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو الہام کیا کہ کہو -

" آگ سے ہمیں مت ڈرا - آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے "

(البشریٰ جلد ۲ ص۱۰۳)

اللہ تعالیٰ کا اپنے برگزیدہ بندوں سے یہی معاملہ ہے - حضرت ابراہیمؑ کو لوگوں نے

"الجحیم" (آگ) میں ڈالا تب خدا نے فرمایا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ (الانبیاء ع۵) کہ اے آگ ہمارے بندے ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا۔ پس وہ ٹھنڈی ہو گئی۔
غرض یہ الہام بھی ہرگز ہرگز خلافِ شریعت نہیں۔

بالآخر معترض نے لکھا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تو قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کا الہام ہوا تھا لیکن اسے یاد رہے کہ حضرت مرزا صاحب کو بھی قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کا الہام ہوا ہے (دافع البلاء صہ) باقی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ، خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ، مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی وغیرہ آیات بھی الہام ہوئی تھیں اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ؟

(۹) رأیتنی فی المنام عین اللّٰہ

اس نمبر میں معترض نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشف رأیتنی فی المنام عین اللّٰہ (آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۶۴) کو دوبارہ پیش کر دیا ہے۔ ہم اس کشف کے متعلق فصل دوم میں مفصّل بحث کر چکے ہیں اب تکرار کی ضرورت نہیں۔ ہاں اس جگہ اس کشف کی بناء پر معترض پٹیالوی نے ایک نیا سوال کیا ہے۔ اس کا جواب از بس ضروری ہے وہ سوال یہ ہے:۔

"فرعون نے بھی تو اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی ہی کہا تھا جس کی وجہ سے کافر و مردود ہوا۔ پھر مرزا صاحب اور فرعون میں کیا فرق ہے؟" (عشرہ ص۵)

الجواب۔ اگرچہ ایسے لوگوں کے متعلق سعدی مرحوم کا تو یہی قول ہے کہ ع
"جواب جاہلاں باشد خموشی"

مگر محض اس لئے کہ وہ کہیں اسی بناء پر اپنے مطالبہ کو "لاجواب" نہ قرار دے لیں ذیل میں بالاختصار جواب لکھا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ فرعون اللہ تعالیٰ کا منکر اور اپنی الوہیت کا مدعی تھا۔ "ربکم الاعلیٰ" میں اسم تفضیل دوسرے بتوں وغیرہ کے لحاظ سے ہے۔ اس لفظ سے اس کو اللہ تعالیٰ کا قائل سمجھنے والے آیت ذیل پر غور کریں:۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ یٰٓاَیُّھَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرِیْ
فَاَوْقِدْ لِیْ یٰھَامٰنُ عَلَی الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْٓ اَطَّلِعُ

اِلٰی اِلٰہِ مُوْسٰی وَاِنِّیْ لَاَظُنُّہٗ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ (القصص ع)

ترجمہ۔ فرعون نے اپنے درباریوں اور رؤساء سے کہا کہ میں تمہارے لیے اپنے سوا کسی دوسرے خدا کو نہیں جانتا اے ہامان اینٹیں پکا کر محل بناؤ تا میں موسیٰ کے مزعوم خدا کو جھانکوں اور میرے نزدیک تو وہ جھوٹا ہے"

پس فرعون کو ہستی باری تعالیٰ کا قائل قرار دینا جہالت ہے۔لہذا اوّل تو فرعون ذاتِ باری کا منکر تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کریگا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائیگا"

(کشتی نوح صہ ۱۹)

دوم۔ فرعون اپنی الوہیت کا مدعی تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آئینہ کمالاتِ اسلام کے کشف کے متعلق بھی لکھا ہے :۔

"لَا نَعْنِیْ بِھٰذِہِ الْوَاقِعَۃِ کَمَا یُعْنٰی فِیْ کُتُبِ اَصْحَابِ وَحْدَۃِ الْوُجُوْدِ وَمَا نَعْنِیْ بِذٰلِکَ مَا ھُوَ مَذْھَبُ الْحُلُوْلِیِّیْنَ الخ" (صہ ۵۶۶)

کہ اس کشف سے ہماری مراد وہ نہیں جو وحدت الوجود والے لیا کرتے ہیں یا اہل حلول کا مذہب ہے یعنی اس کشف کا یہ مطلب نہیں کہ خدا مجھ میں حلول کر آیا۔ بلکہ یہ تو فنافی اللہ کا وہی مقام ہے جو بخاری شریف میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نفل پڑھنے والے بندے کے ہاتھ، پاؤں، کان اور آنکھ بن جاتا ہوں"

گویا آپ الوہیت کے مدعی نہیں بلکہ فرماتے ہیں :۔

" تمام دنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے پر وحی نازل کی، جس نے میرے لیے زبردست نشان دکھلائے، جس نے مجھے اس زمانہ کے لیے مسیح موعود کر کے بھیجا۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں، نہ آسمان میں نہ زمین میں، جو شخص اس پر

ایمان نہیں لاتا وہ سعادت سے محروم اور خذلان میں گرفتار ہے۔" (کشتی نوح ص۱۵)
یعنی آپؑ کا دعویٰ رسالت اور ماموریت کا ہے الوہیت کا ہرگز دعویٰ نہیں۔

سوم - فرعون کا ادّعا غیر کشفی حالت کا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کا واقعہ تم خود تسلیم کرتے ہو کہ محض ایک کشف ہے جس کی تعبیر ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسفؑ کا کشف تھا کہ سورج، چاند اور ستارے مجھ کو سجدہ[1] کر رہے ہیں۔ اب کیا حضرت یوسفؑ نے اس کشف میں خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے کشف کی تعبیر بھی خود بیان فرما دی ہے جیسا کہ ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔

چہارم - فرعون نے اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کے نتیجہ کے طور پر لوگوں کو دوسرے خدا کی عبادت سے منع کیا مگر حضرت اقدسؑ اپنی جماعت کو فرماتے ہیں:-

"اے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کیلئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے۔ اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔" (کشتی نوح ص۱۵)

پنجم - فرعون اپنے مقاصد میں ناکام رہا اور موسیٰؑ کی پیشگوئیوں کے مطابق غرق ہوا لیکن خدا کا جری حضرت مرزا غلام احمدؑ اپنے تمام مخالف و معاند دشمنوں کے سامنے بڑھا۔ اس کا رُشن اکناف عالم میں پھیل گیا، تاریکی کے فرزند اسکے نیست و نابود کرنے کے لئے کوشاں ہوئے مگر خدا کے کام کو کون روک سکتا ہے۔ گندہ فطرت لوگوں نے اس مقدس کو گالیاں دیں، اور اس کے ماننے والوں سے درندگی سے پیش آئے، اور آج تک اسکو برے برے ناموں سے یاد کر کے ہمارے دلوں کو زخمی کر رہے ہیں مگر اس برگزیدہ کی کامیابی اور ترقی ایک اظہر من الشمس حقیقت ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی یہ عملی شہادت تمہاری نظر میں کھلا کھلا اور بیّن فرق نہیں؟ اے دنیا کے منصف مزاج انسانو! محمد عربی

---

[1] سورۃ یوسف ع۱۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر مر مٹنے کے دعویدارو! خدارا بل کر اور علیحدگی میں غور کرو کہ کیا۔ ایسا انسان جو خود اسلام کی بے نظیر خدمت کرنے والا ہو اور لاکھوں نفوس کو اسلام کا شیدا بنا دے جو اپنے مال، جان اور وطن قربان کر کے کلمۂ توحید کی اشاعت کے لئے دریاؤں، سمندروں اور پہاڑوں کو چیرتے ہوئے ریگستانوں کی گرمی اور لو برداشت کرتے ہوئے آسمانی پیغام پہنچا دیں اور نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے دنیا کے کناروں کو گونجا دیں کیا ایسا انسان فرعون ہے؟ یا کیا وہ اسلام سے خارج ہے؟ اُف! اتنا کفر؟ اتنی بے انصافی؟ اتنا ظلم؟ مگر مجھے کیا شکوہ ہو ہمیشہ سے اندھی دنیا راستبازوں کے ساتھ ایسا ہی کرتی آئی ہے۔ خدا کے مسیحؑ نے خوب فرمایا ہے

غفلت پہ غافلوں کی روتے رہے ہیں مرسل
اب اِس زماں میں لوگو نوحہ نیا یہی ہے

(۱۰) کاغذات پر اللہ تعالیٰ کے دستخط

معترض پٹیالوی نے دسویں نمبر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ کشف درج کیا ہے جس میں حضورؑ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ اس نے بعض کاغذات پیش کردہ پر دستخط فرمائے ہیں اور اس وقت کچھ قطرات روشنائی کے حضورؑ کے کرتہ پر پڑ گئے جو حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری کے اُنہوں نے لے لیا۔ (حقیقۃ الوحی ص۲۵۵)

اس کو درج کرنے کے بعد جو اعتراضات کئے ہیں ان کے نمبروار جوابات حسب ذیل ہیں:۔

اعتراض اوّل "اللہ تعالیٰ کا جسم ہے جو میز کرسی یا گاؤ تکیہ لگائے کچہری کا کام کر رہا تھا۔" (عشرہ ص۵)

الجواب ۱۔ جب تم خود اِس واقعہ کو "کشف یا خواب" (عشرہ ص۵) تسلیم کرتے ہو تو پھر اس سے اللہ تعالیٰ کے مجسم ہونے کا استدلال کیسے کر سکتے ہو۔ اس واقعہ کا کشف ہونا ہی اس استدلال کی کافی تردید ہے۔ خواب کے معاملات کو ظاہر پر قیاس کرنا خود غلطی ہے۔ خواب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو تمثلی صورت میں دیکھ سکتے ہیں اور اس سے اس کا جسم ثابت نہیں ہوتا۔ اگر ہماری بات نہیں مانتے تو امام شعرانیؒ کے منہ سے سن لیجئے۔ فرماتے ہیں:۔

"اِنَّكَ تَرَىٰ فِيهِ (فِي الْمَنَامِ) وَاجِبَ الْوُجُودِ الَّذِي لَا يَقْبَلُ الصُّوَرَ فِي صُورَةٍ

وَيَقُوْلُ لَكَ مُعَبِّرُ الْمَنَامِ صَحِيْحٌ مَا رَأَيْتَ وَلٰكِنْ تَاوِيْلُهَا كَذَا وَكَذَا
فَقَدْ قَبِلَ الْمُحَالُ الْوُجُوْدَ فِيْ هٰذِهِ الْحَضْرَةِ (الیواقیت الجواہر جلد اول ص۱۱۱)

ترجمہ۔ تم خواب میں اللہ تعالیٰ کو جس کی درحقیقت کوئی شکل نہیں کسی شکل میں متمثل دیکھ سکتے ہو۔ اور تعبیر کرنے والا خواب کو صحیح قرار دے کر اس کی تعبیر کرے گا۔
اس عالم کشف میں ایک محال چیز موجود ہو گئی"۔

پس خواب میں اللہ تعالیٰ کو متمثل دیکھنے سے اس کا جسم لازم نہیں آتا۔ آپ کو وہ حدیث تو یاد ہی ہو گی جس پر ہم قبل ازیں بحث کر چکے ہیں یعنی وہ حدیث رَأَيْتُ رَبِّيْ فِيْ صُوْرَةِ شَابٍّ اَمْرَدَ لَهٗ وَفْرَةٌ۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو ایک نوخیز نوجوان کی شکل میں دیکھا جس کے لمبے بال تھے۔"

ایک حدیث میں ہے :۔

اَتَانِي اللَّيْلَةَ رَبِّيْ فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ اَحْسِبُهٗ قَالَ فِي الْمَنَامِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَتَدْرِيْ فِيْمَا يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰى قُلْتُ لَا فَوَضَعَ يَدَهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدًا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔

ترجمہ۔ آج رات خواب میں میرا رب میرے پاس نہایت اچھی شکل میں آیا۔ اس نے فرمایا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے معلوم ہے کہ ملاء اعلیٰ کس بات میں جھگڑتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان (پشت پر) رکھا یہاں تک کہ مجھے سینے میں ٹھنڈک محسوس ہوئی اور مجھے آسمانوں اور زمین کا علم ہو گیا"۔ (درمنثور جلد ۵ ص۳۱۹ وجامع ترمذی جلد ۲ ص۱۵۵)

پھر لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو سبز لباس میں دیکھا۔ (کتاب الاسماء والصفات ص۳۱۲ مطبوعہ الہ آباد)

حضرت عبدالقادر صاحب جیلانی فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو ایک دفعہ اپنی ماں کی شکل میں دیکھا۔ رأیت رب العزۃ فی المنام علی صورۃ امی (بحر المعانی ص۴۳ مصنفہ محمد نصیر الدین)

غرض کشفی حالت بالکل جداگانہ حالت ہے اس سے خدا کے مجسم ہونے پر استدلال کرنا سراسر حماقت ہے اور حضرت اقدس کے اس کشف کے متعلق ابتدائی الفاظ یعنی "ایک دفعہ تمثلی

طور پر مجھے خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی۔" (عشرہ صفحہ) آپ خود نقل کر چکے ہیں۔ لہٰذا یہ استدلال باطل ہے۔

صوفیائے اسلام کا کیا مذہب ہے؟ لکھا ہے:۔

"وَالصُّوفِيَّةُ يَقُولُونَ إِنَّ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ الظُّهُورَ فِيمَا يَشَاءُ عَلٰى مَا يَشَاءُ وَهُوَ سُبْحَانَهُ فِي حَالِ ظُهُورِهِ بَاقٍ عَلٰى إِطْلَاقِهِ حَتّٰى عَنْ قَيْدِ الْإِطْلَاقِ فَإِنَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وَمَتٰى ظَهَرَ جَلَّ وَعَلَا فِي صُورَةٍ أُجْرِيَتْ عَلَيْهِ سُبْحَانَهُ أَحْكَامُهَا مِنْ حَيْثُ الظُّهُورِ فَيُوصَفُ عِنْدَهُمْ بِالْجُلُوسِ وَنَحْوِهِ مِنْ تِلْكَ الْحَيْثِيَّةِ۔" (تفسیر روح المعانی جلد ۳ صفحہ ۷۵)

ترجمہ۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس پر اور جس صورت میں چاہے ظہور کر سکتا ہے مگر وہ اس حالت میں بھی مطلق ہوگا حتیٰ کہ اطلاق کی قید سے بھی بالا ہوگا اور جب وہ کسی صورت میں ظہور فرمائے تو اس پر اس کے مطابق احکام جاری ہوں گے۔ اس بناء پر ان کے نزدیک حیثیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹھنے وغیرہ کا لفظ بول سکتے ہیں۔"

پس ؎ ز صوفی بشنو گر ز من نشنوی

ہاں "میز، کرسی، گاؤ تکیہ اور کچہری" کے الفاظ حضرت مسیح موعودؑ کے نہیں بلکہ مکذب پٹیالوی نے خود اختراع کئے ہیں۔ شاید یہ الفاظ اسلئے لکھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا لکھنا ثابت ہے اور لکھنے کیلئے میز، کرسی وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست!

شیخ پٹیالوی اور اس کے ہم رفیقو! سنو! تم بھی خدا کے عرش کے قائل ہو اور تم یہ بھی تسلیم کرتے ہو کہ خدا عرش پر بیٹھا ہے اور عرش کجاوے کی طرح چلاتا ہے۔ إِنَّهُ لَيَئِطُّ بِهِ أَطِيطَ الرَّحْلِ بِالرَّاكِبِ (سنن ابی داؤد۔ رسالہ الجیوش الاسلامیہ لابن تیمیہ صفحہ ۳)

پھر تم یہ بھی مانتے ہو کہ ہر شب کے آخری حصہ میں خدا تعالیٰ دنیا کے آسمان پر نزول فرماتا ہے (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۹ ابواب صلوٰۃ اللیل)

تمہارے نزدیک خدا کا ہنسنا بھی ممکن ہے۔ پھر تم یہ بھی اعتقاد رکھتے ہو کہ قیامت

لہ مسلم جلد ۱ صفحہ ۹۲ باب اثبات الشفاعة - ۱۲

کے روز اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی ننگی کرے گا۔[1] پھر تم اس بات کو بھی مانتے ہو کہ دوزخ چلاتا رہے گا جب تک کہ رب العزت خود اپنا پاؤں اس میں نہ رکھے۔ حَتّٰی یَضَعُ رَبُّ الْعِزَّۃِ قَدَمَہٗ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۸۲)۔ پھر تمہارے نزدیک بھی یہ درست ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کشفی طور پر دو کتابیں دی تھیں جن میں سے ایک میں اہل جنت کے نام اور دوسری میں اہل نار کے نام درج تھے (ترمذی جلد ۲ - ابواب القدر) پھر تم یہ بھی مانتے ہو کہ کچھ دوزخیوں کو نکال کر خدا تعالیٰ ان پر اپنے ہاتھ سے چھینٹے دیگا ..... افسوس کہ تمہارے نزدیک یہ سب تمثلات درست ہیں اور ان سے اللہ تعالیٰ کا تجسمی ہونا ثابت نہیں۔ لیکن اگر حضرت مرزا صاحب نے لکھ دیا کہ میں نے تمثلی طور پر اللہ تعالیٰ کو دستخط کرتے دیکھا تو یہ امر تمہارے نزدیک کفر، شرک اور خلاف شریعت ٹھہرا۔ گویا تم مچھر کو چھانتے اور ہاتھی کو نگل جاتے ہو۔ اُفٍّ لکم کیف تحکمون۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان سب مندرجہ بالا احادیث و آیات پر پختہ ایمان رکھتے ہیں اور ان سب الفاظ کے معانی اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق لیتے ہیں۔ خدا کو بندوں پر قیاس نہیں کرتے تا کہ ہم بھی یہ کہیں کہ اسماء اہل جنت والی کتاب خدا نے میز، کرسی یا گاؤ تکیہ لگا کر لکھی ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

پس یہ اتہام یا اس کشف سے استدلال غلط، ناواجب اور باطل ہے۔

اعتراض دوم: سرخ روشنائی کا وجود۔

الجواب - اس میں کیا محال ہے۔ قرآن فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ کہ ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں۔ ہم ان کو ایک مقررہ اندازہ سے اتارتے ہیں۔ کیا ہر چیز میں "سرخ روشنائی" شامل نہیں؟

اعتراض سوم: "خدا محض ایک کٹھ پتلی کی طرح مرزا صاحب کے منشاء کے مطابق کام کرتا ہے اور مرزا صاحب جو چاہیں اس سے کرا سکتے ہیں۔"

(عشرہ صفحہ ۵۸)

الجواب - اس کشف سے اتنا ثابت ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ایک

---

[1] یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ کا لفظی ترجمہ (ابوالعطاء)

درخواست بارگاہِ ایزدی میں پیش کی اور اللہ تعالیٰ نے اسے منظور کر لیا۔ کیا خدا اپنے بندوں کی دُعا نہیں سُنا کرتا؟ اور کیا اُس نے یہ نہیں فرمایا اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المؤمن ع) تم دُعا کرو میں قبول کروں گا تو کیا اب خدا تعالیٰ (نعوذ باللہ) بندوں کے ہاتھ میں "کٹھ پتلی" بن گیا؟ حضرت اقدسؑ نے اسی جگہ لکھا ہے:۔

"میرے پر اس وقت نہایت رقت کا عالم تھا۔ اس خیال سے کہ کس قدر خدا تعالیٰ کا میرے پر فضل اور کرم ہے کہ جو کچھ میں نے چاہا بلا توقف اللہ تعالیٰ نے اُس پر دستخط کر دیئے۔" (عشرہ منہ بحوالہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۵)

کیا یہ الفاظ کھلے لفظوں میں تمہاری تردید نہیں کر رہے؟

اعتراض چہارم: "مرزا صاحب کے خدا کا کسی ناواقف کار افسر کی طرح منشی کے لکھے ہوئے حکم پر محض دستخط کر دینا"۔

الجواب۔ دستخط کرنا حکم کو جاری کرنے کا مترادف ہوتا ہے۔ باقی یہ کہ بلا علم ناواقف کار کی طرح دستخط کر دیئے' یہ نہ حضرتؑ کے الفاظ میں ہے اور نہ کشف میں۔ یہ محض افترا اور جھوٹ ہے۔ سو اس کا جواب لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہے۔

اعتراض پنجم: "مرزا صاحب کے خدا کے لکھنے کے طریقہ سے ناواقفیت کہ قلم کو سیاہی لگانی بھی نہیں آئی۔ زیادہ سیاہی لگا کر ناحق خراب کی اور اسراف کا ارتکاب کیا۔"

الجواب۔ اے عقل کے دشمن! زیادہ سیاہی لگانا اور اس کو چھڑکنا اس شان اور تمثل کو خارجی وجود بخشنے کے لیے تھا۔ اس کو اسراف کہنا بالکل غلط ہے آپ جیسی عقل کے انسان تو سمندروں کے لاکھوں من پانی کو بھی اسراف ہی سمجھتے ہوں گے؟ اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرتا تو پھر حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے چشم دید گواہ کس طرح بنتے اور کس طرح تحریر فرماتے کہ:۔

"حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے حکم کے ماتحت اس کشف کے متعلق تماز اللہ کے روبرو مجمع عام میں جس جگہ تماز اللہ چاہے اور جن الفاظ

میں چاہے عاجز قسم کھانے کو تیار ہے۔ نیز یہ عاجز مباہلہ کے لئے بھی حاضر ہے۔ غرضیکہ وہ جس طرح بھی چاہے اطمینان کر لے۔"

(اخبار الفضل ۲۶ ستمبر ۱۹۱۶ء)

پس یہ سیاہی کا خراب کرنا نہیں، اسراف نہیں بلکہ عین مصلحت ہے۔ ہاں اگر یہی اسراف ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس اسراف پر ہزاروں کفایت شعاریاں نثار ہوں۔

عالم کشف کی چیز کا خارج میں موجود ہو جانا

ممکن ہے کہ مادہ پرست لوگ کہیں کہ یہ کیسے ہو گیا کہ کچھ بھی نہ تھا اور پھر سیاہی کے قطرے پڑ گئے۔ سو انہیں یاد رہے کہ اسلام میں ایسے واقعات اولیاء اللہ سے ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں چند واقعات درج ہیں:۔

(۱) عبداللہ بن الجلاء صوفی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ مدینہ میں بھوکے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر آئے اور کہا:۔

"یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِیْ فَاقَۃٌ وَ اَنَا ضَیْفُکَ" کہ اے رسولِ خدا! میں آپ کا مہمان ہو کر بھوکا ہوں" اور پھر ذرا ہٹ کر سو گئے۔ خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر ایک روٹی انہیں دی۔ وہ فرماتے ہیں فَاَکَلْتُ بَعْضَہٗ وَ انْتَبَھْتُ وَ فِیْ یَدِیْ بَعْضُ الرَّغِیْفِ کہ میں نے اس روٹی کا کچھ حصہ کھایا کہ جاگ پڑا تو باقی حصہ روٹی کا میرے ہاتھ میں تھا۔ گویا جو روٹی خواب میں ملی تھی وہ خارج میں بھی موجود تھی (ملاحظہ ہو منتخب الکلام فی تفسیر الاحلام مصنفہ ابن سیرین و رسالہ قشیریہ و تذکرۃ الاولیاء در ذکر عبداللہ بن الجلاء)

(۲) بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت امّ سلمہ سے روایت کی ہے کہ:۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِضْطَجَعَ ذَاتَ یَوْمٍ فَاسْتَیْقَظَ وَھُوَ خَائِرٌ وَفِیْ یَدِہٖ تُرْبَۃٌ حَمْرَاءُ یُقَلِّبُھَا قُلْتُ مَا ھٰذِہِ التُّرْبَۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَخْبَرَنِیْ جِبْرَائِیْلُ اَنَّ ھٰذَا یَعْنِی الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِاَرْضِ الْعِرَاقِ وَھٰذِہٖ تُرْبَتُھَا (شرح سر الشہادتین ص۲۳ و کنز العمال)

ایک دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوئے تو غمگین تھے اور آپؐ کے ہاتھ میں سُرخ مٹی تھی جس کو حضورؐ اُلٹ پلٹ رہے تھے میں نے پوچھا حضور یہ مٹی کیسی ہے؟ فرمایا جبرائیل نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ (حضرت حسینؓ) عراق کی زمین میں قتل کیا جائے گا اور یہ اس کی مٹی ہے۔"

اب دیکھئے خواب کی بات تھی مگر وہ مٹی اور پھر خون سے سُرخ مٹی حضورؐ کے ہاتھ میں بیداری کے وقت بھی رہ گئی۔

(۳) حضرت اسمٰعیل صاحب شہیدؒ دہلوی تحریر فرماتے ہیں :۔

"حضرت ایشاں جناب رسالت مآب را صلوات اللہ وسلامہ علیہ در منام دیدند و آنجناب سہ خرما بدستِ مبارک حضرت ایشاں را خورانیدند بوصفیکہ یک یک خرما بدستِ مبارک خود گرفتہ در دہن حضرت ایشاں مے نہادند۔ و بعد ازاں کہ بیدار شدند در نفس خود اثر ازاں رؤیا حقہ ظاہر و باہر یافتند۔" (صراطِ مستقیم صفحہ ۱۷۵)

کہ انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے تین کھجوریں اپنے دستِ مبارک سے انہیں اس طرح کھلائیں کہ ایک ایک کھجور اپنے ہاتھ سے ان کے مُنہ میں ڈالتے تھے۔ بعد ازاں وہ جاگ پڑے تو اس مبارک خواب کا اثر اُن کے نفس میں ظاہر تھا۔"

ظاہر ہے کہ یہ واقعات عام لوگوں سے پیش نہیں آتے بلکہ خارق عادت ہوتے ہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعودؑ نے اس جگہ تحریر فرما دیا ہے کہ :۔

"ایک غیر آدمی اس راز کو نہیں سمجھے گا اور شک کریگا کیونکہ اسکو ایک خواب کا معاملہ محسوس ہوگا مگر جس کو روحانی امور کا علم ہو وہ اس میں شک نہیں کر سکتا۔ اس طرح خدا نیست سے ہست کر سکتا ہے۔" (عشرہ صفحہ ۵)

گویا جس طرح ایک گنوار ہوائی جہاز اور وائرلیس کا انکار کرے گا اسی طرح کا انکار ہوگا مگر ہر دو انکار شائستہ التفات نہیں۔

اعتراض ششم:۔ "مرزا صاحب کے خدا کی بینائی کا فتور۔ کہ پاس بیٹھے آدمیوں کو سُرخی سے رنگ دیا۔"

الجواب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کرتہ کے علاوہ صرف حضرت مولوی عبداللہ صاحب مرحوم کی ٹوپی پر چند قطرات پڑے تھے۔ جس کو پٹیالوی معترض نے "آدمیوں کو سرخی سے رنگ دیا" کے لفظوں سے تعبیر کیا ہے حالانکہ وہ سرخ دھبے خداتعالیٰ کی طرف سے نشان تھے اور اس لئے ڈالے گئے تھے تا وہ نشان بن جائیں۔

ربنا آمنا فاکتبنا مع الشاھدین۔

ان تمام نکمے اعتراضات سے معترض نے محض اپنی اسلام دشمنی کا ثبوت دیا ہے ورنہ آپ دیکھ چکے ہیں کہ ان میں ذرہ بھی وزن نہیں۔

اب ہم ان اعتراضات کا مکمل جواب درج کر چکے ہیں جو معترض پٹیالوی نے اپنی فصل چہارم میں درج کئے تھے۔ لیکن ہم اس فصل کو ختم کرنے سے پہلے چند سطور ضروری طور پر لکھنا چاہتے ہیں۔

الزامی جوابات کی وجہ

اگرچہ معاند اور ضدی دشمن کے سامنے الزامی جواب زیادہ مؤثر ثابت ہوتے ہیں لیکن اس طرح پر بعض دفعہ عوام الناس کو دھوکا دینے کے لئے علماء کہہ دیا کرتے ہیں کہ دیکھو صاحب یہ تو اسلام پر بھی اعتراض کر رہے ہیں۔ احادیث پر بھی جرح کرتے ہیں۔ اور بعض کندہ ناتراش اس بات سے مشتعل ہو کر حقیقت کے سمجھنے سے محروم رہ جاتے ہیں اسلئے ہم نے اس کی خوب وضاحت کر دی ہے کہ ہم ان باتوں کو غلط نہیں قرار دیتے بلکہ ان پر ایمان رکھتے ہوئے حضرت مرزا صاحب کے الہامات اور آپ کی باتوں کو ان پر پرکھتے ہیں اور ان کی مطابقت کی وجہ سے اُن پر ایمان لاتے ہیں۔ کیونکہ اب دو ہی صورتیں ہیں (۱) اگر یہ غلط ہیں تو دونوں غلط ہیں (۲) اگر یہ درست ہیں تو دونوں قابل تسلیم ہیں۔ اور جو بات منہاج نبوت اور اولیاء اُمت کے عقائد، خیالات اور تحریروں سے ثابت ہو اس کو کوئی متدین انسان خلاف شریعت نہیں کہہ سکتا۔ پس اول تو ہمارے الزامی جوابات اس نوعیت کے ہیں۔ دوسرے معترض پٹیالوی نے حضرت مسیح موعودؑ کے متشابہ الہامات کو نشانۂ اعتراض بنا کر مطالبہ کیا ہے کہ "مرزائیو! ذرا ایمان سے کہنا کہ کسی نبی کو اس قسم کے الہام ہوئے ہیں؟" (عشرہ ص۱۴۹)

اس لئے چند ایسے الہامات جن پر نادان مکذب اعتراض کیا کرتے ہیں پیش کر دیئے

ہیں۔ ہم اس مطالبہ پر یہ بھی کہنا چاہتے ہیں کہ ایسا لکھنے والے پہلے ذرا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے نام تو بتائیں اور پھر ان کے الہامات دکھائیں، پھر یہ مطالبہ کریں۔ حضرت موسےٰ اور عیسےٰ کے بعض الہامات بائیبل میں درج ہیں۔ مگر خوب جانتے ہو کہ ان کی کیا حیثیت ہے۔ پس اوّل تو مطالبہ ہی غلط ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تم نے کب سارے انبیاء کے الہامات کو پڑھا اور ان پر ایمان لائے جو ایسا چیلنج کر رہے ہو۔ تم تو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہو گئے اسلئے قرآن کے قائل ہو ورنہ اگر اسی اسلوب پر تحقیق کرتے جو اب اختیار کر رکھا ہے تو یقیناً سخت معاندِ قرآن ہوتے اور برائے نام بھی قرآن پر ایمان نہ رکھتے۔ تمہارے سامنے خدا کا ایک نبی پیش ہوا۔ تم نے اس کو ردّ کیا حالانکہ وہ انہی نشانات وعلامات کے ساتھ آیا، ویسے ہی الہام لایا جیسے پہلے لاتے رہے۔ مگر اس کو جھٹلا کر تم نے ثابت کر دیا کہ کسی نبی پر بھی تمہارا ایمان نہیں۔ بہرحال الزامی جواب کی مختصراً یہ دو وجہیں ہیں کسی کو حق نہیں کہ ان کو ناجائز رنگ میں پیش کرے۔

متشابہات اور صداقت حضرت مسیح موعودؑ

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ جن الہامات پر معترض پٹیالوی نے اعتراضات کئے ہیں وہ وہی ہیں جو از قبیل متشابہات ہیں۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو متشابہات قرار دیا ہے۔ "دافع البلاء" کی عبارت آپ پڑھ چکے ہیں جہاں حضورؑ نے تحریر فرمایا ہے کہ:-

> "یقین رکھو کہ خدا اتخاذِ ولد سے پاک ہے تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اس کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ پس اس سے بچو کہ متشابہات کی پیروی کرو اور ہلاک ہو جاؤ۔" (دافع البلاء ص حاشیہ)

اسلئے جماعت احمدیہ یہی جواب دیتی ہے کہ یہ متشابہات ہیں اور ان کو محکمات مثل الہام قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے ماتحت کرنا ضروری ہے۔ لیکن اس کے متعلق منشی صاحب لکھتے ہیں:-

> "مرزائی ایسے الہامات کو متشابہات کہہ کر پیچھا چھڑانا چاہا کرتے ہیں مگر ہم پوچھتے ہیں کہ متشابہات کے یہ معنی کس نے کئے ہیں کہ وہ اصول اسلام کے مخالف ہوتے ہیں۔ مرزا صاحب تو قرآن شریف کو ثریا سے دوبارہ

لاکر اسرار و رموز منکشف کرنے کے مدعی تھے مگر بجائے انکشاف کے لوگوں کو اور بھی چکر میں ڈال دیا۔" (عشرہ صفحہ ۴۲)

بے شک یہ درست ہے کہ متشابہات کے اصل معنی اصولِ اسلام کے مخالف نہیں ہوتے اور نہ یہاں ہیں لیکن سوال تو یہ ہے کہ مخالف اور دشمن ان کے وہ معنے کرتے ہیں جو حقیقت سے دور ہوتے ہیں اور محکمات کے خلاف۔ اسی لیئے تو ان کو متشابہات کہا جاتا ہے۔ پھر اگر متشابہات کے باعث لوگ (مثل معترض پٹیالوی) چکر میں پڑتے ہیں تو خود ان کی اپنی بدقسمتی ہے ورنہ محکمات کی موجودگی میں چکر میں پڑنے کی ضرورت کیا ہے؟ بلاشبہ حضرت مرزا صاحب (فارسی الاصل) قرآن پاک کو ثریا سے لائے اور آپ نے قرآنی معارف کے دریا بہا دیئے لیکن اس کا کیا علاج کہ خطاکار لوگ پہلے دور میں بھی اس کے ذریعہ گمراہ ہوئے اور اب بھی ہوتے ہیں۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِیْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ قرآن پاک کی شان ہے۔ پس یہ صرف اپنی ہی کج فہمی ہے ورنہ الہامات نہایت واضح ہیں۔ کیا قرآن پاک میں کوئی التباس ہے؟ ہرگز نہیں مگر اسکی متشابہات کے متعلق بھی معترض پٹیالوی وغیرہ کی طرح اہلِ زیغ کا کیا شیوہ ہے؟ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے الفاظ میں پڑھ لیجیئے:۔

"اس جگہ خداوند تعالیٰ نے گو محکم اور متشابہ کی ماہیت اور تعیین نہیں بتلائی۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ متشابہات کا نتیجہ بتلا دیا جس سے ان کی ماہیت کا بھی مِنْ وَجْہٍ علم ہو گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کے پیچھے بغرض فتنہ پردازی پڑتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم ان کے اصلی معنے سمجھنا چاہتے ہیں یا جو ہم نے بیان کئے ہیں یہی اصلی ہیں۔ اب ہم اپنے زمانہ کے اہل زیغ (عیسائیوں اور آریوں ہندؤں وغیرہم) کو دیکھتے ہیں تو اس آیت کی بالکل صداقت پاتے ہیں کہ یہ لوگ قرآن شریف کی جن آیتوں پر اعتراض کرتے ہیں وہ آیات بول رہی ہیں کہ ہم متشابہات ہیں اور ہم پر نکتہ چینی کرنیوالے

اہلِ زیغ ہیں۔ مثلاً آیت نَسُوا اللّٰہَ فَنَسِیَہُمْ جس کے ظاہری معنی ہیں منافق خدا کو بھول گئے اور خدا منافقوں کو بھول گیا۔ اہلِ زیغ تو سُنتے ہی سٹ پٹائے کہ خدا بھی کسی کو بھول ..... جاتا ہے۔ دیکھو مسلمانوں کا خدا بھولتا ہے۔ ایسا ہے، ویسا ہے۔ یا دوسری آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ جس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔ اِس پر اہلِ زیغ نے شور مچایا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تو جزوِ خدائی کے مدعی ہیں اپنے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ بتلاتے ہیں۔ یا آیت مسیح علیہ السلام کے روح اللہ اور کلمۃ اللہ والی جن کے ظاہری معنی سے اہلِ زیغ نے ورقوں کے ورق سیاہ کر دیئے کہ قرآن بھی مسیح کی الوہیت کا مقر ہے ..... غرض اِس قسم کی کارروائیاں اہلِ زیغ کی دیکھ کر یقین ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیتیں بے شک متشابہ ہیں اور بعض محکم۔ کیونکہ متشابہات کے معنی ہیں ملی جُلی، جس کو کم فہم مخاطب سرسری نظر سے نہ پہچان سکے لیکن جو لوگ سمجھدار اور راسخ فی العلم ہیں اُن کو تو اِن باتوں کی خوب پہچان ہے ..... پس ہماری تقریر سے ثابت ہوا کہ متشابہات وہی احکام اور آیات قرآنی ہیں جن کو اہلِ زیغ بغرض فتنہ پردازی اشاعت کریں۔ عام اس سے کہ وہ حروف مقطعات ہوں، نعماء جنت ہوں، یا عذابِ دوزخ، سمیع، بصیر صفات خداوندی ہوں، یا معجزات نبوی، احکام متبدلہ ہوں یا ثابتہ، اگر قرآن شریف پر غور کیا جاوے تو یہ معنی ٹھیک معلوم ہوتے ہیں ..... پس جو آیات اہلِ زیغ کے لئے مزلۃ الاقدام ہوں اور وہ بے سمجھی سے ان کے ذریعہ فتنہ پردازی کریں وہی متشابہات ہیں۔" (تفسیر ثنائی جلد ۲ ص۲ حاشیہ)

اِس واضح اقتباس سے صاف کُھل گیا کہ آریہ اور عیسائی مخالفین نے قرآن پاک پر بھی ویسے ہی اعتراض کئے ہیں جیسا کہ معترض پٹیالوی نے اپنی "مائیہ ناز کتاب "عشرہ کاملہ" میں حضرت مسیح موعودؑ کے پاکیزہ الہامات پر کئے ہیں۔ گویا حضرت مرزا صاحبؑ کے مخالفین اہلِ زیغ بالکل مخالفینِ اسلام کے قدم بہ قدم چل رہے ہیں۔ بلکہ ان کے اعتراضات درحقیقت مخالفین اسلام کی ہی صدائے بازگشت ہیں۔ پس قرآنی معیار مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ (حٰم سجدہ عٰ) کی رُو سے ان اعتراضات نے بھی حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کو ہی روشن کیا ہے۔ سچ ہے سہ

وفی کلّ شیءٍ لہٗ اٰیۃ
تدلّ علیٰ انّہ صادق

معزز قارئین! آپ خدارا غور فرماویں کہ کیا قرآن مجید نے متشابہات کے ذریعہ "لوگوں کو چکّر میں ڈال دیا ہے؟ اور کیا یہ بلا حکمت ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں! لیکن نادان معترضین نے خود اپنے آپ کو گمراہ کیا وہی حال یہاں ہے۔ اگر یہ الہامات نعوذ باللہ قابلِ اعتراض ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم آریہ اور عیسائی اہلِ زیغ کو غلطی خوردہ، معاند اور مغالطہ دہی کے مرتکب قرار دیں؟ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد بالکل بجا ہے کہ سہ

انبیاء کے طور پر حجّت ہوئی ان پر تمام
ان کے جو حملے ہیں ان میں سب نبی ہیں حصّہ دار
(دُرِّ ثمین)